واقعہ مباہلہ: ایک مطالعہ

مؤلف: محمد رضا انصاری
مترجم: شبیہ عباس خان

پوری ۲۳ سالہ تاریخ بعثت میں واقعہ مباہلہ صرف ایک بار سنہ نو ہجری میں نصارائے نجران کے سامنے پیش آیا۔ اس واقعہ سے آل محمد کی عظمت لوگوں پر مزید عیاں ہو گئی۔ اہلبیت کے سلسلہ میں انبیا کی بشارتوں کو دنیا کے سب سے بڑے چرچ میں پڑھ کر سنایا گیا۔ نجرانیوں نے مدینہ کا سفر کیا اور پیغمبر اسلامؐ سے مناظرہ کیا اور پھر مباہلہ اور اللہ کی جانب سے حقیقت کو بے نقاب کئے جانے اور باطل پر عذاب کی درخواست کی گئی جس کے بعد آیہ مباہلہ نازل ہوئی جس سے اس واقعہ کی اہمیت اور بڑھ گئی اور حضرت علیؑ کا نفس پیغمبر کے عنوان سے تعارف ہوا۔

اس واقعہ کو ۱۴۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور یہ تشیع کے لئے ایک دائمی سند ہے اور تمام تاریخی اور اعتقادی کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اس مقالہ میں ہم اس واقعہ کا تفصیلی مطالعہ پیش کریں گے تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ واقعہ کہاں سے شروع ہوا اور کس طرح پیغمبر اسلامؐ کے سلسلہ میں انبیا کی کتابوں کا مطالعہ کیا گیا اور کیوں نجرانیوں نے مباہلہ کو قبول کیا۔

ہجرت کے نویں سال کے اواخر میں نصارائے نجران کو اسلام کی طرف دعوت دینے کا حکم اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوا۔

نجران کا محل وقوع[۱]: سرزمین نجران کی ۴۰۰۰ سال پرانی تاریخ ہے اور یہ سرزمین شمال یمن کے آخری حصہ میں اور جنوبی مکہ سے ۸۰۰ کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ ظہور اسلام کے وقت اس میں ۷۳

۱۔ جغرافیائے نجران کے بارے میں مزید جاننے کے لئے رجوع کریں: عبدالواحد محمد، راغب دلال، البیان فی تاریخ جازان و عسیر و نجران، ص ۲۲ و ۲۴؛ ویسی، حسین بن علی، الیمن الکبری، ص ۱۳۳؛ علی احمدی، میانجی، مکاتیب الرسول (جلد ۲)، ص ۵۰۱

بستیاں تھیں اور یہ یمن، حجاز، شام، ایران اور روم کے لئے بہت بڑی تجارتی بازار تھا۔

حضرت عیسی کے ظہور اور قیصر کی عیسائی حکومت کی تشکیل کے بعد نجرانی، حضرت عیسی پر ایمان لے آئے۔ جاہلیت کے دور میں نجرانی لوگوں کا آسمانی دین کے معتقدین میں شمار ہوتا تھا جو تہذیبی اور ثقافت کے حوالے سے کافی ترقی یافتہ تھے اور یہ ترقی و پیشرفت قیصر، نجاشی اور علاقے کے دوسرے بادشاہوں کی حمایت کی وجہ سے تھی۔

قیصر اور اس کے ماتحت دوسرے بادشاہ، حکومت نجران کو ایک خطیر رقم دیتے تھے جس سے وہاں کئی عظیم الشان کلیسا تعمیر ہوئے، جہاں پر انجیل اور دوسری مقدس کتابوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔ وہاں پر روحانی پیشواؤں کی تربیت ہوتی تھی اور بہت سے راہب اور راہبہ مختلف دیر اور صومعوں میں موجود تھے جن کی وجہ سے نجران کا مسیحیت کے اہم مراکز میں شمار ہونے لگا۔ پھر وہاں پر دینی حکومت کا قیام ہوا جس کا سربراہ اسقف اعظم تھا۔ سید و عاقب نام کے دو اسقف نجران کے حکومتی امور کو انجام دیتے تھے۔ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد میں انحرافات پیدا ہوئے۔ مثال کے طور پر وہ لوگ حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے نجران کی اصلی آبادی میں کعبہ کی طرز پر ایک عمارت تعمیر کروائی تا کہ لوگ مکہ میں موجود کعبہ ابراہیمی کے بجائے یہاں حج کرنے آئیں۔ انھوں نے اس عمارت کا نام کعبہ نجران رکھا۔

نویں ہجری میں نجران کی حالت[۱]: کتب انبیا کے مطالعہ سے اسقف اعظم اور دوسرے عیسائی علما کو بخوبی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت عیسی کے بعد پیغمبر خاتم مبعوث ہونگیں اور سارے انبیا کا یہ حکم ہے اس پر ایمان لے آئیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ انھوں نے اس حقیقت کو عوام سے چھپایا۔ سنہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد عرب دنیا نے اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا۔ اب نجرانیوں کو مسلمانوں کی طرف سے حملہ کا خطرہ پیدا ہوا اور وہ اپنے قلعے کو مضبوط کرنے لگے۔ قیصر و کسری کی طرف پیغمبر اکرمؐ کا خط روانہ کرنا نیز حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا مسلمان ہونا اور اسی طرح قیصر روم اور مسلمانوں کے بیچ جنگ تبوک کا واقع ہونا، ان سب باتوں نے نجرانیوں کی آخری امیدوں پر بھی پانی پھیر دیا۔

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۱۸۱-۲۵۱؛ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی ابو الفرج، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (جلد ۴) ص ۲۰۰

نجرانیوں کے نام پیغمبر اسلامؐ کا خط[1]: اللہ کے حکم سے پیغمبر اکرمؐ نے نجرانیوں کے نام ایک خط تحریر کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہ دعوت آسمانی دین کے ماننے والوں کے لئے تھی اور پیغمبر نے ان بزرگ عالموں کو خطاب کیا تھا جو ایک عیسائی دینی حکومت کے ذمہ دار تھے۔

اس دعوت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سلسلہ میں سورہ آل عمران کی ۸۰ سے زائد آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرتؐ نے ہر آیت کی مناسب وقت پر تلاوت فرمائی۔ ماہ شوال سنہ نو ہجری میں پیغمبر اسلامؐ نے اس خط کو چار مسلمانوں کے ہمراہ روانہ کیا اور وہ لوگ دس روز کے بعد نجران پہنچے۔ نجرانی ابھی اسی فکر میں تھے کہ کس طرح پیغمبر اکرمؐ کا مقابلہ کیا جائے کہ حضرتؐ کا خط اسقف اعظم کو ملا جس سے وہ متاثر ہو۔ خط کا مضمون کچھ اس طرح ہے:

> "محمد پیغمبر خدا کی طرف سے، نجران کے پادری اور عوام کے نام! تم پر میں سلام بھیجتا ہوں اور ابراہیم و اسحاق و یعقوب کے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اما بعد میں تمہیں بندوں کی پرستش کے بجاے اللہ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں۔ میں تمہیں لوگوں کی ولایت کے بجاے اللہ کی ولایت کی طرف بلا رہا ہوں۔ اگر میری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا ہوگا اور اگر اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میں جنگ کے لئے متنبہ کرتا ہوں۔
>
> قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔
>
> ترجمہ: (اے رسول) کہیے اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک اور یکساں ہے (اور وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب (مالک و مختار) نہ بنائے۔ اور اگر یہ لوگ اس (دعوت) سے منہ موڑیں تو (اے مسلمانو) تم کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم مسلمان (خدا کے فرمانبردار و اطاعت گزار) ہیں۔[2]

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۷؛ عماد الدین اسماعیل بن کثیر دمشقی، البدایۃ والنہایۃ (جلد ۵) ص ۵۳؛ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷؛ احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی (جلد ۲) ص ۸۱

۲۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۴

پیغمبرؐ کے خط کے بارے میں فیصلہ[۱]: پیغمبر اسلامؐ کے خط کے مطالعہ کے بعد اسقف اعظم نے شر حبیل ہمدانی، عبداللہ اصبحی اور جبار حارثی سے مشورہ کیا جن کا شمار اس کے مشاوروں میں ہوتا تھا۔ اسقف اعظم نے ان کو خط دکھایا اور ان کی رائے معلوم کی۔ انہوں نے کہا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے کہ نبوت، نسل اسماعیل میں رہے گی۔ تم کو کیسے یقین ہے کہ یہ وہی شخص نہیں ہے۔ ہم نبوت کے بارے میں کوئی رائے نہیں دیں گے، ہاں اگر کوئی دنیاوی مسئلہ ہوتا تو ہم ضرور کوشش کرتے۔ اسقف اعظم بہ خوبی جانتا تھا کہ یہ مسئلہ اہالی نجران کے دین و دنیا سے متعلق ہے۔ اگر جنگ کے بارے میں سوچتا تو نجرانیوں کا مغلوب ہونا بہ آسانی قابل پیشینگوئی تھا۔ اگر اسلام قبول کرتا تو یہ بات عیسائیوں کے اتنے بڑے علمی مرکز کے لئے قابل ہضم نہیں تھی اور جزیہ دینا بھی ایک طرح سے اسلام کے پرچم تلے جانے کے مترادف تھا اور عیسائی ہر گز اس بات کے لے تیار نہ ہوتے۔ آخرکار اس نے فیصلہ کیا کہ اس موضوع کو عوام کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ لوگ اپنی اپنی رائے سامنے رکھیں۔

نجران کے بڑے چرچ میں لوگوں کا اجتماع[۲]: اس زمانے کی رسم کے مطابق، اسقف اعظم کے حکم سے نقارے بجائے گئے اور صومعوں پر مشعل روشن کئے گئے۔ اس طرح نجران کے لوگوں کو پتہ چلا کہ کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے اور ہر طرف سے لوگ بڑے چرچ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسقف اعظم کے حکم سے پورے چرچ پر فرش بچھایا گیا اور دیواروں کو حریر اور قیمتی کپڑوں سے تزئین کیا گیا پھر جواہر نشان صلیب کو نصب کیا گیا۔ وقت مقررہ پر نجران کی ۷۳ آبادیوں سے جم غفیر جمع ہوئی اور بڑے چرچ میں بہت بڑی محفل کا انتظام کیا گیا۔ اس محفل کا سربراہ اسقف اعظم ابو حارثہ حصین بن علقمہ حارثی تھا جس کا شمار علاقہ اور دنیا کے بڑے مسیحی علما میں ہوتا تھا۔ سید و عاقب جلسہ کی نظامت کر رہے تھے۔ نجرانی فوج کا کمانڈر کرز حارثی اور خارجہ امور کا انچارج جہیر بارقی بھی موجود تھے۔ صحن کلیسا میں مختلف قبایل کے نمائندے موجود تھے۔

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۷؛ مکاتیب الرسول (جلد ۲) ص ۴۹۳؛ البدایۃ و النہایۃ (جلد ۵) ص ۵۳؛ جلال الدین سیوطی، الدر المنثور فی تفسیر الماثور (جلد ۲) ص ۳۷؛ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی، لباب النقول فی اسباب النزول، ص ۴۲؛ قاضی نور اللہ شوشتری، احقاق الحق وازہاق الباطل (جلد ۲۲) ص ۳۳؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۷؛ البدایۃ والنہایۃ (جلد ۵) ص ۵۳؛ احقاق الحق (جلد ۲۲) ص ۳۳؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷؛ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری فی شرح صحیح بخاری (جلد ۸) ص ۷۳

جلسہ کا آغاز ہوا۔ پورے چرچ میں سناٹا چھاگیااور لوگ ہمہ تن گوش ہوگئے۔

سب سے پہلے بڑے اسقف اعظم نے حضرتؐ کے خط کو لوگوں کو پڑھ کر سنایا پھر یہ بتایا کہ اس خط کو جواب دینے کے لئے اس جلسہ کا انعقاد کیا گیا ہے۔ لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ جنگ و صلح کے بارے میں تبادلہ خیال ہوتا رہااور آخرکار دو نظرئے سامنے آئے:

ا. نجرانیوں کے مورد اعتماد تین افراد یعنی شرحبیل، عبداللہ اور فیض کو مدینہ روانہ کیا جائے تاکہ پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

۲. جنگ میں پہل کریں اور جلد سے جلد جنگ کی غرض سے مدینے کے لئے روانہ ہو جائیں۔

پیغمبر اسلامؐ کے خط کے بارے میں گفتگو[۱]: گفتگو کا رخ جنگ کی طرف مڑتے دیکھ کر اسقف اعظم عصا پر تکیہ کرتے ہوئے، تقریر کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تاکہ لوگوں کو جنگ کے بارے میں مزید گفتگو سے روک سکے۔ اس نے کہا:

> " ہمیشہ باقی رہنے والی سعادت اور سلامتی کے در پے رہو اور یہ امر سنجیدگی اور عدم تشدد سے وابستہ ہے۔ جنگ میں پہل کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بنا سوچے سمجھے انجام پانے والے کام کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ بسا اوقات کسی کام کو انجام نہ دینا اس کو انجام دینے سے بہتر ہے اور کچھ جملے جنگ اور حملہ سے زیادہ نافذ ہوتے ہیں۔"

نجرانی فوج کا کمانڈر کرز فوراً اٹھ کھڑا ہوا تاکہ اسقف اعظم کی باتوں کی تردید اور لوگوں کو جنگ کی طرف راغب کر سکے۔ اس نے اسقف اعظم کو خطاب کرکے کہا: "اے ابو حارثہ! حیرت کی بات ہے کہ تم ڈر گئے ہو۔ تم ہم کو جنگ سے ڈراتے ہو۔ ہم جنگ کریں گے اور امر خدا کی حمایت کریں گے۔ وائے ہو تم پر۔ کس جنگ پر ہماری ملامت کی گئی ہے۔"

عاقب نے اپنی تقریر میں اسقف اعظم کی بات کی تائید کی۔ سید نے عاقب کی طرف رخ کرکے کہا: "جہاں تک ہو سکتا تھا تم نے سارے فراز و نشیب بیان کر دئے۔ اب قریشی بھائی ایک عظیم مسئلہ میں تم پر

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۹

غالب آگیا ہے۔ ان کے پیغام کے بارے میں جو کہنا ہے کہئے۔ کیا آپ اسلام قبول کریں گے یا اس کا انکار کریں گے"۔ کرز اس بات سے ناراض تھا کہ بزرگان نجران جنگ کے خلاف ہیں۔ اس نے کہا:

"کیا ہم اس دین کو ترک کردیں جس سے ہمارے رگ و پے محکم ہوئے ہیں اور ہمارے آبا و اجداد اس پر قائم رہے ہیں۔ سارے بادشاہ اور اعراب ہم کو اس دین کے حوالے سے جانتے ہیں۔ آیا ہم اپنے دین پر سختی سے پابند رہیں یا جزیہ دینا منظور کرلیں۔ جزیہ دینا ذلت و خواری ہے۔ نہیں خدا کی قسم کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں اور ہم اور محمد اپنے خون سے لڑیں۔ پھر اللہ کی مدد جسے وہ چاہے گا اسی سے متعلق ہوگی۔"

سید نے کرز کے جواب میں اسلام کے متعلق سمجھاتے ہوئے کہا: "ہمارے تلوار نکالنے سے اور بھی تلواریں نکلیں گی۔ اس وقت پورا عرب محمدؐ کے سامنے سر تسلیم خم کرچکا ہے اور ان کا حکم ہر شہر و بادیہ پر نافذ ہے۔ کسریٰ اور قیصر نے بھی ان کی طرف توجہ کی ہے۔ اگر وہ تم سے جنگ کرنے آئے گا تو اس وقت جو قبیلے تمہیں احاطہ کئے ہوئے ہیں وہ سب تم کو چھوڑ دیں گے۔"

عیسائی بادشاہوں سے مدد طلب کرنا[۱]: نجران کے سفار تکار جَہیر بارقی نے کہا کہ میری نظر میں تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم محمدؐ کے قریب جاؤ اور ان کے بعض احکام کو مان لو۔ اسی دوران تمہارے نمائندے عیسائی بادشاہوں کے پاس مدد کے لئے جائیں۔ جب امداد مل جائے تو پھر محمدؐ سے جنگ کے لئے تم اس کے شہر تک جاؤ۔ اور اس وقت وہ لوگ جو قہر و غلبہ کی وجہ سے محمدؐ کی پیروی کرنے لگے ہیں تمہاری طرف آجائیں گے۔ اس طرح امید ہے کہ ہم اس علاقے کو ان سے چھین سکتے ہیں اور اس آگ کو خاموش کرسکتے ہیں۔ اس سے لوگوں کی نظر میں تمہارا وقار اور مرتبہ بھی بلند ہوگا۔

جہیر کی بات سن کر لوگ کسی نتیجہ تک پہنچنے والے ہی تھے کہ ایک چنگاری نے سب کے سوچنے کے انداز کو بدل دیا۔ اس عظیم جلسہ میں پیغمبر اسلامؐ کی حقانیت کے سوائے ہر موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ حارثہ بن اُثال نام کا ایک عیسائی عالم اسی نکتہ کو بیان کرنے کے درپے تھا۔

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۹۰

جنگ کے بجائے پیغمبرؐ کی حقانیت پر گفتگو[1]: حارثہ نے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا: "اے فرزندان حکمت اور حاملین حجت خدا کے بچے ہوئے لوگ! وہی لوگ کامیاب ہیں جو نصیحت و پند و اندرز پر دھیان دیتے ہیں۔ میں تمہیں خوف دلاتا ہوں اور عیسیٰ مسیح کے جملے بیان کرتا ہوں۔"

پھر حارثہ نے انجیل کی کچھ آیتوں کی تلاوت کی جہاں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے فرماتا ہے:

"میں نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور اپنی کتابوں کو نور و رحمت بنا کر اپنی مخلوقات کی حفاظت کے لئے نازل کیا۔ پھر میں ثمرہ رسالت یعنی احمد اور اپنی منتخب مخلوق اور بندہ فارقلیطا کو مبعوث کروں گا۔ جب زمین پیغمبروں سے خالی ہوگی اس وقت میں اسے اس کی جائے پیدائش فاران اور مقام ابراہیم سے مبعوث کروں گا اور اس پر نئی توریت (قرآن) نازل کروں گا۔ اے عیسیٰ! اس پیغمبر کا نام لینے کے بعد اس پر درود پڑھو۔ میں اور میرے ملائکہ بھی اس پر درود بھیجتے ہیں۔"

انجیل کے اقتباسات کی تلاوت ہوتے ہی سید و عاقب کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاگیا کیونکہ اس وقت تک لوگ آسمانی کتب میں پیغمبر اسلامؐ سے متعلق پیشینگوئی سے واقف نہیں تھے اور سید و عاقب یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ اس پیشینگوئی سے آگاہ ہوں لہٰذا انہوں نے چاہا کہ کتب گذشتہ کے اخبار اور زیادہ فاش نہ ہونے پائیں۔ عاقب نے حارثہ کی ملامت کی اور کہا تیری بات کی تکذیب کرنے والے اس کی تصدیق کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

عیسیٰ کے بعد دو پیغمبر[2]: سید نے پیغمبر اسلامؐ کی خاتمیت کے بارے میں شبہ ایجاد کیا اور کہا:

"مرکب لجاجت پر سوار ہو کر مضطربانہ حالت میں سراب کی طرف دوڑ لگانے سے پرہیز کرو۔ یہ جان لو کہ قریش میں ظاہر ہونے والے کی شہرت چند دنوں سے زیادہ کی نہیں ہے اور پھر سب فراموش ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک صدی گزرے گی اور پھر اس کے آخر میں ایک پیغمبر حکمت، بیان شمشیر و سلطنت کے ہمراہ مبعوث ہوگا۔ اس کی

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۹۱۔۲۹۲

۲۔ ایضاً

بادشاہت کسی خاص زمانہ تک محدود نہ ہوگی۔ اس زمانہ میں اس کی امت مشرق و مغرب کو ایک دوسرے سے جوڑ دے گی اور اس کی نسل سے غالب آنے والا ایک امیر ہوگا جو دنیا کے تمام بادشاہوں اور ادیان پر کامیابی حاصل کرے گا۔ اے حارثہ! یہ وہ آرزو ہے جس کا زمانہ ابھی نہیں آیا ہے تو اپنے دین و آئین پر ثابت قدم رہو۔ ہم آج کے زمانے کے لئے ہیں اور آنے والے کل کے افراد دوسرے ہوں گے۔"

حارثہ نے موضوع گفتگو کو جنگ سے حقانیت پیغمبر اسلامؐ کی طرف موڑ دیا اور ان دونوں کے جواب میں کہا:

"جو شخص اپنے کل کے بارے میں نہیں سوچتا وہ اپنے آج سے بھی بے بہرہ ہو جاتا ہے۔ جو شخص بیش از حد آرام طلب ہوگا، خود خواہی اسے ہلاک کر دے گی۔ اور جو شخص حذر کے مرکب پر سوار ہوگا اور احتیاط پیشہ کرے گا وہ برباد ہونے سے بچ جائے گا۔ تم نے دو پیغمبروں کے بارے میں بتایا جو تمہارے خیال میں عیسی کے بعد خلق ہونگے۔ کتب انبیا میں جو اس سلسلہ میں نقل ہوا ہے اس سے تم کیسے انکار کر سکتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ عیسی نے اس کے بارے میں بنی اسرائیل سے فرمایا ہے کہ میرے بعد ایک کاذب اور ایک صادق شخص آئے گا۔ صادق شخص نسل اسماعیل سے ایک فرد ہے جو پیغمبر ہے اور کاذب شخص بھی نسل اسماعیل سے ایک شخص ہے جو پیغمبری کا دعوی کرتا ہے۔ سچا شخص رحمت و جنگ کے لئے مبعوث ہوا ہے اور جب تک دنیا قائم ہے، اس کی بادشاہت پابرجا ہے لیکن جھوٹے شخص کی بادشاہت کی مدت کم ہے۔"

حارثہ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:

"اے لوگو! میں تمہیں خبردار کرتا ہوں۔ تم سے پہلے آنے والے یہودی تمہارے لئے نمونہ نہ بننے پائیں۔ انہوں نے مسیح کا انکار کیا اور انہیں جھوٹا کہا اور ضلالت و گمراہی کے نمائندہ یعنی دجال پر ایمان لے آئے اور اس کا انتظار کیا۔ یہودیوں نے کتاب خدا کی طرف بے اعتنائی کی اور وہ لوگ انبیا اور قائمین بالقسط کو قتل کر کے فتنہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے اس ظلم و ستم کی وجہ سے اللہ تعالی نے بادشاہت کو ان سے چھین لیا اور ان کو ذلت و خواری میں گرفتار کر دیا اور ان کی عاقبت میں آگ قرار دیا۔"

پیغمبر اسلامؐ اور مسیلمہ میں فرق[۱]: اب لوگ پیغمبر اسلامؐ کی حقانیت کے بارے دو عیسائی عالموں کی گفتگو سن رہے تھے۔ عاقب نے دوسرا شبہ ظاہر کیا اور کہا کہ تم کو کیسے پتہ کہ مدینہ میں رہنے والا شخص وہی ہے جس کے بارے کتب انبیا میں بیان کیا گیا ہے۔ شائد اس سے مراد مسیلمہ ہو جو یمامہ میں رہتا ہے۔ وہ بھی پیغمبری کے سلسلہ میں وہی باتیں بتاتا ہے جو قریشی بھائی بیان کرتا ہے اور دونوں اسماعیل کی نسل سے ہیں اور دونوں کے صحابی اور ماننے والے بھی موجود ہیں جو ان کی پیغمبری کی گواہی دیتے ہیں۔ کیا ان دونوں میں کوئی فرق نظر آتا ہے جسے تم بیان کرنا چاہو۔

حارثہ نے عاقب کے جواب میں کہا:

> ”خدا کی قسم! ان دونوں کی درمیان بادلوں اور زمین سے زیادہ فاصلہ ہے۔ مسیلمہ کے بارے میں مختلف قافلے جو خبریں لاتے ہیں وہ کافی ہیں۔ کیا انہوں نے محمد کے معجزوں کے بارے میں نہیں بتایا کہ مسیلمہ جب انہیں انجام دیتا ہے تو الٹا اثر ہوتا ہے اور قریب تھا کہ اسے سزا دی جائے۔“

سید و عاقب نے مسیلمہ کے کاذب ہونے اور پیغمبر اسلامؐ کی حقانیت کا اعتراف کیا لیکن عاقب نے کہا: ”اگر مسیلمہ اس دعوی میں کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے، جھوٹا ہے تو کم سے کم جو نیک کام اس نے انجام دیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی قوم کو بتوں کی پرستش سے منع کرکے اللہ تعالی کی عبادت کی طرف لے گیا ہے۔“

حارثہ نے اس کے جواب میں مقدس کتابوں سے ایک اقتباس نقل کیا جس میں کہا گیا ہے کہ رسالت کا جھوٹا دعوی کرنے والے پر لعنت ہے اور جو اس فرد کے ذریعہ الٰہی راستے کی طرف آئے گا وہ خدا سے اور دور ہو جائے گا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

> ”میں لعنت بھیجتا ہوں اور آسمان و زمین اور میرے ملائکہ بھی لعنت بھیجتے ہیں اور میری مخلوقات میں سارے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں اس شخص پر جو میری خدائی کا انکار کرے، یا میری کسی مخلوق کو میرے برابر قرار دے یا میرے کسی نبی یا فرشتہ کا انکار کرے، یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے جب کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہو، یا زبردستی

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۹۵

میری بادشاہت کا لبادہ اوڑھ لے یا میرے بندوں کو حقیقت کے راستے سے گمراہ کرے۔ آگاہ ہو جاؤ! وہی شخص میری عبادت کرتا ہے جو میری عبادت اور مخلوقات کی اطاعت کا مطلب سمجھتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس راستہ سے میری طرف نہ آئے جس راستے کو میں نے اپنے بھیجنے والوں کے ذریعہ مقرر کیا ہے تو میری عبادت سے وہ اور بھی مجھ سے دور ہو جائے گا۔"

پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کا اپنی قوم تک محدود ہونا[۱]: سید نے دوسرا شبہ وارد کیا کہ شاید اس قریشی بھائی کو اپنی قوم یعنی بنی اسماعیل کے لئے بھیجا گیا ہو اور وہ یہ خیال کر رہا ہو کہ اللہ نے اس کو پوری دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ حارثہ نے اس کے جواب میں کہا: "خدا کی قسم! تمہارے جیسے انسان سے بعید نہیں کہ تم گمان کرو کہ خدا کسی شخص کو نبوت کے لئے منتخب کرے اور وہ شخص اللہ پر بہتان لگائے اور کہے کہ مجھ پر وحی ہوئی ہے جب کہ کوئی وحی نہیں ہوئی ہے۔"

سید اس بات سے لاجواب ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

پیغمبر اسلامؐ کی خاتمیت میں ابہام[۲]: عاقب نے اپنے آخری شبہ کو بیان کیا اور کہا: "تم نے جو کچھ بھی اس قریشی بھائی کے بارے میں بیان کیا وہ سچ ہے۔ ہم کو محمدؐ پر یقین ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ساری علامات اور بینات اس کے مطابق ہیں۔ صرف ایک علامت بچی ہے جو سب سے اصلی علامت ہے۔ کچھ وقت دو تاکہ ہم اخبار و کتب میں غور و فکر کریں۔ اگر ہمیں ان کی خاتمیت کی دلیل مل گئی تو میں دوسروں سے پہلے ان کے پاس جاؤں گا اور سب سے پہلے ان کی اطاعت کروں گا۔"

پھر اس نے آسمانی کتابوں سے کچھ باتیں بتائیں:

"ہم اور تم پچھلی صدیوں کے اخبار اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، سب جانتے ہیں۔ حق کے پیغمبروں نے ہر امت سے ان کی زبان میں گفتگو کی اور احمد پیغمبر خاتم کے بارے میں بتایا اور ان کی بشارت دی اور خوف بھی دلایا۔ ان کے بعد ان کے پیروکار تھوڑے عرصہ کے لئے سلطنت کریں گے۔ بادشاہی اس شخص کے ہاتھ میں ہوگی

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۹۷-۲۹۸

۲۔ ایضاً، ص ۲۹۸-۲۹۹

جو اطاعت اور خاندانی طور پر اس سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ ان کے بعد ان کی امت ان کے حق کو پامال کرے گی۔ وہ لوگ اسی طریقے سے طویل عرصہ تک حکومت کریں گے یہاں تک کہ جزیرۃ العرب میں کوئی مکان ایسا نہیں بچے گا مگر یہ کہ ان کی طرف مائل ہو جائے گا یا ان سے ڈرے گا۔ اس کے بعد روزگار پلٹ جائے گا اور ان کی بادشاہت ختم ہو جائے گی اور ان کے بندے اور غلام بادشاہی کریں گے۔ وہ لوگ نسل بعدے نسل حکومت کریں گے اور لوگوں کو برباد کردیں گے۔ اس دور کے قائد اور امر دین کو قائم کرنے والے خاندان پیامبر سے نہ ہوں گے بلکہ یہ لوگ دین کو ہٹادیں گے اور اس کی علامتیں محو ہو جائیں گی۔ دین کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ پھر قحط و مصیبتیں ان پر نازل ہونگیں اور پروردگار اپنے دین کی مظلومیت کو اپنے پیغمبر احمد کی نسل کے ایک فرد کے ذریعہ دور کرے گا اور اپنے بندوں کی مدد کرے گا جب کہ وہ ناامید ہو چکے ہونگے۔ اللہ تعالی اس فرد کو ایسی جگہ سے ظاہر کرے گا جس کے بارے میں لوگ نہیں جانتے۔

آسمان اور اس پر رہنے والے اس پر درود بھیجیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں کی زندگی میں گشائش پیدا ہوگی۔ زمین بابرکت ہو جائے گی اور اپنے اندر چھپے خزانوں کو ظاہر کردے گی تاکہ آدم کے زمانے کی طرح ہو جائے۔ اس کے زمانے میں بیماری، فقر اور وہ مصیبتیں جو دوسری امتوں پر نازل ہوتی تھیں، ہٹالی جائیں گی۔ شہروں میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ ہر ڈنک مارنے والے کا ڈنک، ہر پنجہ چلانے والے کا پنجہ اور ہر تیز دانتوں والے کا دانت سلب کردیا جائے گا یہاں تک کہ چھوٹی بچی سانپ سے کھیلے گی لیکن اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ شیر گائے کے جھنڈ میں اس طرح رہے گا جیسے وہ چرواہا ہو اور بھیڑیا اس طرح چوپایوں کے بیچ گھومے گا گویا ان کا مربی ہے۔

اللہ تعالی اپنے بندے کو سارے ادیان پر غلبہ دے گا۔ وہ سارے ممالک یہاں تک کہ چین کے سفید ملک پر حکومت کرے گا۔ اس کے زمانے میں دین حق کے علاوہ روئے زمین پر کوئی دوسرا دین نہیں بچے گا۔ وہی دین جس کے لئے اپنی پہلی مخلوق آدم اور احمد خاتم اور دوسرے انبیا کو مبعوث کیا۔"

احمد و محمد کے دو الگ الگ نام[۱]: حارثہ نے کہا: "آسمانی کتابوں سے جو تم نے نقل کیا اس سے ہماری باتیں ثابت ہو گئیں۔ اب کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عاقب نے کہا: "تمہارے خیال میں آسمانی کتابوں میں جو نام آیا ہے کیا وہ یہی برادر قریشی ہے۔"

حارثہ نے پوچھا: "کیا شواہد ان کی نبوت پر دلالت نہیں کرتے؟" عاقب نے یہ دعوی کیا کہ احمد و محمد دو الگ الگ پیغمبر کے نام ہیں۔" اس نے کہا:

> "خدا کی قسم! یہ دو پیغمبر ہیں جو عیسی کے بعد اور قیامت سے پہلے مبعوث ہوں گے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد ہے۔ پہلے پیغمبر کی بشارت حضرت موسی نے دی ہے اور دوسرے پیغمبر کے آنے کی خبر حضرت عیسی نے دی ہے۔ یہ قریشی بھائی پہلا پیغمبر ہے جو اپنی قوم کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسرا شخص آئے گا جس کی عمر طولانی ہو گی اور مضبوط سلطنت کا مالک ہوگا۔ اللہ اس کو خاتم دین اور پوری کائنات پر حجت بنا کر مبعوث کرے گا۔ یہ وہی وعدہ ہے جس کے ضمن میں اللہ تعالی نے احمد پر درود بھیجا ہے جس طرح اپنے خلیل ابراہیم پر بھیجا تھا۔"

حارثہ نے اس کے جواب میں محمد و احمد کے ایک ہونے کی بات بتائی اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی اجازت سے زمین و آسمان بنائے گئے ہیں! یہ دونوں نام ایک ہی شخص اور ایک پیغمبر کا ہے۔ موسی ابن عمران نے آنے والوں کو ان کا خوف دلایا تھا اور عیسی بن مریم نے ان کی بشارت دی اور اس سے قبل صحف ابراہیم میں بھی ان کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

پیغمبر اسلامؐ کی نسل[۲]: سید نے انجیل سے ایک متن کو پڑھا اور بتایا کہ پیغمبر اسلامؐ کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور کہا کہ کیا صحیفہ شمعون میں نہیں پڑھا ہے کہ حضرت عیسی نے فرمایا:

> "جب رشتہ دار آپس میں اختلاف کرنے لگے، ایک دوسرے سے قطع تعلق کر لیا اور اللہ کی علامتیں مٹ گئیں تو پروردگار نے اپنے بندہ فارقلیطا کو رحمت و عدالت کے لئے

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۰۱

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۳-۳۰۵

مبعوث کیا۔ پوچھا گیا اے مسیح! یہ فارقلیطا کون ہے؟ فرمایا احمد پیامبر خاتم اور وارث انبیا جس پر اس کی حیات میں درود بھیجی جاتی ہے اور وفات کے بعد اس کے طاہر بیٹے کے ذریعہ جسے اللہ آخر الزمان میں محشور کرے گا جب دین کے حلقے ٹوٹ چکے ہوں گے اور آئین الٰہی کے چراغ خاموش ہو چکے ہوں گے اور اللہ کے تارے غروب ہو چکے ہوں گے، درود بھیجی جاتی ہے۔ اس عبد صالح کے ذریعہ دین اپنی اصلی حالت پر واپس آ جائے گا۔ اللہ اپنی طاقت کو اپنے بندہ اور اس کے بعد اس کی نسل سے صالح افراد کے حوالہ کر دے گا اور اس کی طاقت میں اضافہ کرے گا یہاں تک کہ زمین کے آخری نقطہ تک اس کی حکومت ہو گی۔"

حارثہ نے کہا کہ ان شواہد و آثار کے ذریعہ احمد کی نبوت کا مسئلہ محکم ہو گیا۔ اب کیا کہتے ہو؟ سید نے کہا کہ حق تو یہ ہے کہ جس شخص کی نسل منقطع ہے، اسے اس منزلت سے کوئی حظ و بہرہ نہیں ملنا چاہئے۔ حارث نے کہا: لیکن محمد کی نسل منقطع نہیں ہے۔ سید نے اپنی بات کے اثبات میں کہا:

"کیا ہمارے مسافروں اور اصحاب نے ان کے احوال میں جستجو نہیں کی ہے اور یہ نہیں بتایا ہے کہ ان کے دو قریشی اور قبطی بیٹے اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور محمد اب بغیر کسی اولاد کے ہیں۔ اگر ان کی کوئی نسل ہوتی اور ان کے بیٹوں کو خلافت ملتی تو تمہاری بات درست ہوتی۔"

حارثہ نے کہا:

"تم دونوں کا یہ خیال ہے کہ محمد صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور پیغمبر خاتم نہیں ہیں کیونکہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو یہ جان لو کہ محمد ابتر اور مقطوع النسل نہیں ہیں۔ وہ پیامبر خاتم ہیں جن کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ ان کی امت کے زمانے میں قیامت آئے گی۔ انہیں کے نسل سے ہے وہ امیر صالح جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ مشرق و مغرب پر قبضہ کرے گا۔"

آسمانی کتابوں کا مطالعہ[۱]: حارثہ نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ ایسی دلیل پیش کرنے والا ہوں کہ اس کے بعد کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ پھر وہ اسقف اعظم کی طرف رخ کرکے کہتا ہے: "کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ ہم جامعہ اور زاجرہ کی تلاوت کریں اور اپنے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔"

اس بات کو سن کر سید و عاقب نے حارثہ سے کہا: "اس منصوبہ کو کل تک کے لئے ملتوی کردو کیونکہ گرمی سے ہمارا برا حال ہے"۔ انہوں نے اس لئے ایسا کہا تھا تاکہ کل تک کوئی اور تدبیر کر سکیں۔

اگلے روز بڑے چرچ میں ایک بار پھر لوگ جمع ہوئے اور صلح و جنگ کے بجائے اب اعتقادات پر بحث و گفتگو شروع ہو گئی۔ سید و عاقب کو یہ معلوم تھا کہ اگر آسمانی کتابوں کی قرائت کی گئی تو لوگوں کو پیغمبر اسلام کی حقانیت کا پتہ چل جائے گا لہٰذا انہوں نے غصہ میں حارثہ سے کہا: "تم نے بات کو طولانی کر دیا اور لوگوں کو تھکا دیا ہے۔ اب اپنا منہ بند رکھو۔" حارث ان کا مقصد سمجھ چکا تھا۔

جامعہ کی قرائت کے لئے لوگوں کا اصرار[۲]: جامعہ وہ کتاب تھی جس میں تمام انبیا کی کتب و صحیفہ شامل تھے۔ لوگوں نے صرف اس کے کچھ حصوں کی تلاوت سنی تھی۔ لوگوں نے ہر طرف سے آواز لگائی: "جامعہ کو لاؤ۔ جامعہ کو لاؤ۔"

لوگوں کے اصرار پر اسقف اعظم نے اپنے غلام سے جامعہ لانے کو کہا۔ غلام چرچ کے خزانہ میں گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا۔ اس نے جامعہ کو اپنے سر پر اٹھا رکھا تھا اور اس کے وزن کی وجہ سے وہ اسے سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ حارث نے یہ بہتر سمجھا کہ پیغمبر اکرم کے نمائندوں کے سامنے اتمام حجت کی جائے لہٰذا اس نے خفیہ طور پر ان لوگوں کو بھی اس جلسہ میں آنے کی دعوت دی تھی۔ سید و عاقب سب سے پہلے جامعہ کے قریب پہنچے لیکن حارثہ بھی فوراً وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت لوگ، سید، عاقب اور حارثہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسقف اعظم کے حکم سے جامعہ کو پانچ مقامات سے کھولا گیا اور ان سب مقامات پر محمد وآل محمد کا ذکر صراحت کے ساتھ آیا تھا۔ وہ پانچ مقامات ان پانچ کتابوں میں تھے: صحیفہ آدم، صحیفہ شیث، صحیفہ ابراہیم، توریت اور انجیل۔ یہ ساری کتابیں جامعہ میں شامل تھیں۔

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۰۵-۳۰۶

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۶-۳۰۹

صحیفہ آدم میں پیغمبر اسلامؐ کا ذکر[۱]: صحیفہ آدم میں متعدد مقامات پر احمد و محمد کا نام پیغمبر خاتم کے عنوان سے لیا گیا تھا اور تصریح کی گئی تھی کہ ان کی نسل ان کی بیٹی سے باقی رہے گی۔ صحیفہ آدم کا یہ حصہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا:

"میں وہ خدا ہوں جس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! میں نے اپنے پیغمبروں کو لوگوں کے لئے مبعوث کیا اور اپنی کتابوں کو ان پر نازل کیا۔ یہ طریقہ پہلے بشر سے لیکر خاتم پیغمبران احمد تک ثابت رہا۔ وہ خاتم جس پر میں صلوات بھیجتا ہوں اور اپنی برکتوں کو اس کے دل میں جگہ دیتا ہوں اور اس کے ذریعہ اپنے پیغمبروں کی فہرست کو مکمل کرتا ہوں۔ آدم نے سوال کیا: الہی! یہ بھیجے جانے والے لوگ کون ہیں! یہ احمد کون ہیں جن کو اتنا بلند و اعلی مقام عطا کیا ہے۔ اللہ تعالی نے جواب دیا: یہ سب تیری نسل سے ہیں اور احمد ان کا وارث ہے۔ آدم نے کہا: ان کو کس چیز کے لئے مبعوث کیا ہے؟ اللہ نے فرمایا: اپنی توحید کے لئے اور تین سو تیس دین ایک کے بعد ایک نازل کروں گا اور پھر احمد کے لئے ان سب کو مکمل کر دوں گا۔

اللہ نے فرمایا: اے آدم! کیا تم اپنے ان فرزندوں کو دیکھنا چاہتے ہو جن کو میں نے منتخب کیا ہے۔ آدم نے اثبات میں جواب دیا۔ اللہ تعالی نے ان سب کو ان کے فضل و مقام کے مطابق آدم کے سامنے ظاہر کیا۔ پھر ان کی ذریت اور خاص ماننے والوں کو اشباح کی صورت میں نمایاں کیا۔ آدم نے دیکھا کہ بعض کا نور دوسروں سے زیادہ ہے اور پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا نور دوسرے انبیا کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسے چاند کی روشنی کے مقابلہ میں تاروں کی چمک۔ اور آخری پیغمبر محمد کے نور کی عظمت دوسرے اولوالعزم پیغمبروں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ان پانچ پیغمبروں کی فضیلت دوسرے انبیا پر۔

آدم نے ایک نور دیکھا جو چمک رہا تھا۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ نور محمد رسول اللہ کا ہے جس کے چاروں طرف خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے چار اور نور دیکھے

۱۔ بحارالانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۰-۳۱۳

جنہوں نے نور محمد کو دائیں، بائیں، پیچھے اور سامنے سے احاطہ کیا ہوا ہے۔ ان پانچ نور کے پیچھے کچھ ایسے نور تھے جو ان سے منشعب ہو رہے تھے اور نورانیت کے لحاظ سے ان سے مشابہ تھے۔"

اگلے اقتباس میں حضرت آدم نے ان انوار کے بارے میں سؤال کیا۔ اللہ تعالی نے ان کے جواب میں صراحت کے ساتھ احمد و محمد کے ایک ہونے کی بات بیان کی اور بتایا کہ حضرت کا نام محمود سے مشتق ہوا ہے اور محمد کے وصی کے بارے میں بھی بتایا اور یہ بھی بتایا کہ پیغمبر کی نسل ان کی بیٹی سے چلے گی۔

"اللہ تعالی نے بتایا کہ یہ لوگ سابقین اور مقربین ہیں جن کی شفاعت قبول ہو گی۔ یہ احمد ہیں ان کے سید اور میری مخلوقات کے سید و سردار۔ ان کا نام میرے نام سے مشتق ہے۔ میں محمود ہوں اور وہ محمد ہیں۔ اور یہ ان کا داماد اور وصی ہے اور اسی کے ذریعہ میں محمد کی مدد کروں گا اور اپنی برکت و پاکیزگی کو اس کی نسل میں قرار دیا ہے۔ یہ میری کنیز ہے۔ وہ میرے احمد کی یادگار ہے۔ یہ دونوں ان کے نواسے اور ان کے جانشین ہیں۔ یہ انوار جو ان سے مشابہ ہیں یہ ان کی نسل کے بقیہ افراد ہیں جنہیں رہنما قرار دیا ہے۔"

دوسرے اقتباس میں امام مہدی(ع) کا ذکر ہے جس سے ایک اور شبہ دور ہو گیا کیونکہ سید و عاقب پیغمبر خاتم کے اوصاف کو امام مہدی(ع) پر منطبق کرتے تھے جو پوری دنیا کے مالک ہوں گے لیکن اس اقتباس میں آیا ہے کہ امام مہدی(ع)، پیغمبر خاتمؐ کی نسل سے ہیں:

" حضرت آدم نے دوبارہ دیکھا تو ایک شبح نظر آیا جو چمک رہا تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: میں اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ظلم و ستم کی زنجیروں سے نجات دلاؤں گا۔ اس کے ذریعہ زمین کو محبت و عدل سے پر کردون گا جس طرح وہ قساوت و ظلم و ستم سے پر ہو گئی ہو گی۔"

صحیفہ آدم کی قرائت کے بعد، چرچ میں موجود لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ احمد و محمد ایک شخص کا نام ہے اور جو منجی بشریت ہے وہ حضرت امام مہدی(ع) ہیں جو پیغمبر خاتمؐ کی نسل سے ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پیغمبرؐ کی نسل منقطع نہیں ہے بلکہ ان کی بیٹی سے چلے گی۔

صحیفہ شیث میں پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ[۱]: سید و عاقب جلسہ کو یہیں پر ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن اسقف اعظم نے اس کی اجازت نہیں دی بلکہ حکم دیا کہ حضرت شیث کا صحیفہ حاضر کیا جائے۔ صحیفہ کی یہ عبارت پڑھ کر سنائی گئی:

"حضرت ادریس نے اپنے اصحاب کو خبر دی: تمہارے باپ آدم کے بیٹوں نے آپس میں اختلاف کیا کہ اللہ تعالی کی نظر میں کون مخلوق سب سے زیادہ عزیز و مقرب ہے۔آدم نے کہا اے میرے بیٹوں! میں بتاتا ہوں۔ خدا کی قسم! جیسے ہی مجھ میں روح پھونکی گئی اور میں بیٹھا تو دیکھا کہ عرش پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا: لاالہ الا اللہ، محمد رسول اللہ،فلان امین اللہ، فلان صفوۃ اللہ، فلان خیرۃ اللہ۔ اور انہیں بارہ اماموں کے نام گنوائے۔آسمان پر ہر جگہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی خیرۃ اللہ، حسن صفوۃ اللہ اور حسین امین اللہ لکھا ہوا تھا۔"

اب نجران کے لوگ پیغمبر اسلامؐ کے نام کے ساتھ علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے اماموں کے ناموں کو بھی سن رہے تھے۔ اور سب پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ جس پیغمبر کا وعدہ کیا گیا تھا وہ وہی ہے جو اس وقت مدینہ میں ہے۔

صحیفہ ابراہیم میں پیغمبر اسلامؐ کا ذکر[۲]: اسقف اعظم نے سید و عاقب سے کہا کہ جامعہ میں سے صلوات ابراہیم کا حصہ کھول کر سنائیں۔ سید و عاقب کو اس بات کا احساس تھا کہ لوگوں کا اعتماد ہر لحہ ان پر سے اٹھتا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم حارثہ کی بات مان لیتے ہیں اور مزید دوسری کتابوں کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اسقف اعظم نے کہا سارے دلائل و ثبوت کو مکمل طور پر دیکھ لو تا کہ سارے شک و شبہے دور ہو جائیں۔ سید و عاقب نے کتاب جامعہ سے تابوت حضرت ابراہیم والے حصہ کی قرائت کی:

"اللہ تعالی جسے چاہتا ہے فضیلت عنایت کرتا ہے۔ اس نے اپنی مخلوقات میں سے

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۳ و ۳۱۴

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۴-۳۱۶

ابراہیم کو اپنی دوستی کے لئے انتخاب کیا اور ان کو اپنی صلوات و برکات سے مشرف کیا۔ اللہ نے ان کو بعد میں آنے والوں کے لئے امام و اسوہ قرار دیا اور نبوت و امامت اور کتاب کو ان کی نسل میں قرار دیا۔ حکمت و علم پر مشتمل حضرت آدم کے تابوت کو ابراہیم کو ورثہ میں دیا۔ ابراہیم نے تابوت میں ایک نگاہ ڈالی۔ ان کی نظر کچھ خاندانوں کے ناموں پر پڑی۔ پیغمبروں کے آخر میں پیغمبر اسلام کے خانہ پر نظر پڑی جن کے دائیں طرف علی بن ابیطالب کھڑے تھے۔ ابراہیم نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اللہ نے جواب دیا یہ میرا منتخب بندہ ہے وہ فاتح خاتم ہے اور یہ اس کا وصی و وارث ہے۔ یہ محمد میرا منتخب اور مخلوقات پر میری حجت ہے۔ اسے اس وقت نبوت سے سرفراز کیا جب آدم آب و گل میں تھے۔ یہ علی ان کے بھائی اور ان کے سب سے بڑے تصدیق کرنے والے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان اخوت برقرار کی اور ان پر صلوات بھیجی اور اپنی برکت نازل کی۔

ابراہیم نے دوبارہ دیکھا تو بارہ عظیم شخصیات پر نظر پڑی جن کے چہروں سے نور برس رہے تھے۔ ابراہیم نے اللہ سے ان چہروں کے بارے میں پوچھا۔ اللہ نے فرمایا یہ میری کنیز اور پیغمبر کی یادگار فاطمہ صدیقہ زہرا ہیں۔ ان کو اور ان کے شوہر کو نسل پیغمبر کا سرچشمہ قرار دیا۔ یہ دونوں حسن و حسین ہیں اور یہ فلاں ہے۔ یہ میرا کلمہ ہے جس کے وسیلہ سے میں اپنی رحمت کو اپنے شہروں میں منتشر کروں گا اور دین و بندوں کو نجات دلاؤں گا۔ اور یہ نجات، لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد ہوگی۔ اے ابراہیم! جب میرے پیغمبر محمد پر صلوات بھیجتے ہو تو ان کے ہمراہ ان لوگوں پر بھی صلوات بھیجو۔"

اب سب پر واضح ہو چکا تھا کہ پیغمبر اسلام کی نسل ان کی بیٹی سے چلے گی اور وہ خاتم انبیا ہیں۔ ان کا ایک نام احمد اور دوسرا محمد ہے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کا دین تمام کائنات کے لئے ہے۔ ان کا آخری بیٹا منجی بشریت اور ان کی نسل سے بارہواں امام ہوگا۔

توریت میں پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ[۱]: اب انہوں نے حضرت موسی پر نازل کی گئی کتاب توریت سے رجوع کیا۔ اس میں ایسی باتیں موجود تھیں جن سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد خاتم الانبیا ہیں اور ان کی نسل

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۶

ان کی بیٹی اور دونواسوں سے جاری رہے گی۔ یہ عبارت لوگوں کو پڑھ کر سنائی گئی:

"میں کچھ جاہلوں کے درمیان فرزندان اسماعیل میں سے ایک فرد کو مبعوث کروں گا جس کی نسل اس کی مبارک بیٹی سے چلے گی۔ ان کے دو بچے ہونگے، اسماعیل و اسحاق کی طرح اور ان کی خاندان سے بارہ قیام کرنے والے ہیں۔ ان کے ذریعہ میں پیغمبروں کے سلسلہ کو ختم کروں گااور اس کی امت کے آخری دور میں قیامت برپا ہوگی۔"

حارثہ نے سید و عاقب کو متنبہ کرنے کے لئے کہا: "چشم بینا سے اب پردہ ہٹ گئے ہیں اور حق بالکل واضح وروشن ہوگیا ہے۔ کیا کوئی اور شک و شبہ باقی ہے۔" سید و عاقب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

انجیل میں پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ[1]: اسقف اعظم کو معلوم تھا کہ سب سے اہم بات انجیل کی قرائت ہے تا کہ معلوم ہوسکے کہ ان کے پیغمبر نے اس بارے میں کیا کہا ہے۔ اس نے انجیل کی قرائت کا حکم دیا۔ ان کو انجیل میں یہ عبارت ملی جہاں پروردگار حضرت عیسیٰ سے خطاب کررہا ہے:

"اے عیسیٰ! اے طاہرہ اور بتول خاتون کے بیٹے! کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی تفسیر کرو اور لوگوں کو بتاؤ کہ میں وہ خدا ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ مجھ پر ایمان لے آؤ اور میرے امی پیغمبر پر جو آخر الزمان میں پیغمبر رحمت ہوگا اور سب کے لئے معجزہ ہے۔ خلقت کے لحاظ سے وہ اولین اور بعثت کے لحاظ سے آخری پیغمبر ہے۔

عیسیٰ نے عرض کیا: یہ بندہ صالح کون ہے جسے میرا دل دوست رکھتا ہے لیکن میری آنکھوں نے اسے نہیں دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: وہ میرا خالص بندہ ہے اور میرا بھیجا ہوا ہے جو اپنے ہاتھوں سے میری راہ میں جہاد کرے گا۔ اس کا قول اس کے عمل کے اور اس کا باطن اس کے ظاہر کے موافق ہے۔ اس پر نئی توریت (قرآن) نازل کروں گا۔

عیسیٰ نے کہا: پروردگارا! اس کا نام اور علامتیں کیا ہیں؟ وہ کتنے عرصہ حکومت کرے گا؟ کیا اس کی اولاد بھی ہے؟

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۷

اللہ تعالی نے جواب دیا: اس کا نام احمد ہے اور وہ نسل ابراہیم واسماعیل سے منتخب شدہ ہے۔اسے جاہل قوم میں مبعوث کیا جائے گا اوراس کی رسالت ہمیشہ کے لئے ہے۔اس کی جائے پیدائش اس کے باپ کا شہر مکہ ہے۔ اس کی کئی بیویاں ہیں لیکن بچے کم ہیں۔ اس کی نسل مبارکہ صدیقہ[1] سے چلے گی۔اس سے اس کی ایک بیٹی ہوگی جس کے دو بیٹے ہوں گے جو شہید ہوں گے۔ احمد کی نسل ان دونوں سے چلے گی۔"

انجیل کے اقتباسات کی قرائت کے بعد جلسہ میں موجود سبھی لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ محمد اور احمد اسی پیغمبر خاتم کا نام ہے اور حضرت عیسی اور قیامت کے بیچ ایک ہی پیغمبر آئے گا اور اس کا دین تمام کائنات کے لئے ہے اور جو دنیا کو عدل وانصاف سے پر کردے گا وہ اس کی نسل سے بارہواں جانشین ہے۔

سید وعاقب نے لوگوں سے کہا کہ فی الحال تم اپنے دین پر قائم رہو۔ ہم قریش کے پاس مدینہ جاتے ہیں تاکہ معلوم کرسکیں کہ ان پر کیا نازل ہوا ہے اور وہ کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ اس سفر پر جانے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب ضروری تھا جو فیصلہ لینے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور نجران کے لوگ انہیں یہ اختیار بھی دیتے ہوں۔ بزرگان دین اور رؤسائے قبائل سے ۸۸ لوگ اس سفر کے لئے منتخب کئے گئے جن میں چالیس علما اور دانشور تھے اور باقی لوگ نجران کے سب سے پرانی قوم بنی الحارث بن کعب کے بزرگ افراد تھے۔ ۱۲۰ سال کے اسقف اعظم اس قافلہ کی سربراہی کررہے تھے اور سید وعاقب بھی اس میں شامل تھے۔ سید وعاقب کے چار چھوٹے بچے قافلہ کے ہمراہ تھے۔ دو بیٹے صبغۃ الحسن اور عبدالمنعم اور دو بیٹیاں سارہ و مریم کے نام سے۔

سفر مدینہ کا آغاز[2]: ماہ ذی الحجہ سنہ نو ہجری کی ابتدائی تاریخوں میں یہ قافلہ نجرانیوں کے بدرقہ کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ ہوا۔ ان کے ہمراہ زاد سفر وآذوقہ کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ کے لئے کچھ تحفہ و تحائف بھی تھا۔ نجرانی اس سفر میں پوری تیاری کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ہر فرد کے پاس ایک اضافی سواری بھی تھی تاکہ راستہ زیادہ جلدی سے طے ہوسکے۔ نجران سے مدینہ کا چودہ سو کیلومٹر کا سفر اونٹ کے

۱۔ مراد جناب خدیجہ ہیں جن کی بطن سے جناب فاطمہ کی ولادت ہوئی۔

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۸

ذریعہ بیس دن سے زیادہ مدت میں طے ہوتا تھا لیکن گھوڑوں اور ایک ساتھ چلنے کی وجہ سے یہ لوگ اس سے کم عرصہ میں مدینہ پہنچ سکتے تھے۔

عیسائی، مدینہ کے قریب[۱]: نجرانیوں کا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچ رہا تھا اور یہ لوگ پیغمبر اسلامؐ سے ملاقات کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ مدینہ سے پہلے آخری پڑاؤ پر عاقب و سید نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے افراد کو زینت دیکر اور بنا سنوار کر اہل مدینہ کے سامنے فخر فروشی اور مباہات کریں۔ اسی وجہ سے قافلہ والے وہاں ٹھہرے۔ غسل کیا، لباس سفر کو تن سے جدا کیا اور بیش قیمت لباس زیب تن کئے، کالے لمبے کپڑے اور حریر و اون کی عبا۔ اپنے لمبے بالوں میں مشک بھی لگایا۔ انگلیوں میں سونے کی انگشتر پہنی اور اپنے صلیب کو سامنے رکھا۔ اور پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور نیزوں کو گھوڑے کی گردن کی طرف کیا اور ایک صف میں ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ ۱۸ ذی الحجہ سنہ نہ ہجری کو مدینہ میں داخل ہوئے۔

نجرانیوں کی پیغمبر اسلامؐ سے ملاقات[۲]: نجران کے نمائندے عصر کے وقت نہایت اعلیٰ لباس زیب تن کئے ہوئے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؐ کو سلام کیا لیکن آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی ان سے بات کی۔ عیسائیوں کو بہت حیرت ہوئی کہ پیغمبر اسلامؐ ان کے سلام کا جواب نہیں دے رہے ہیں۔ وہ لوگ کچھ گھنٹے انہیں لباس و زیورات کے ساتھ بیٹھے رہے لیکن حضرتؐ نے ان سے گفتگو نہیں فرمائی۔

پیغمبر اسلامؐ کے اس رویہ سے نجرانیوں اور خود مسلمانوں کو بھی حیرت تھی۔ یہ لوگ طویل مسافت طے کرکے حضرتؐ کے خط کا جواب دینے آئے تھے لیکن پیغمبرؐ ان سے مخاطب نہیں ہو رہے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کا یہ رد عمل اہالی نجران پر گراں گزرا اور وہ لوگ وہاں سے واپس چلے آئے۔ ان کے دو جاننے والے مدینہ میں رہتے تھے۔ وہ لوگ اس سے ملے اور پورا واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم واپس لوٹ جائیں؟ ان دونوں نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کیا اور پوچھا یا علی! آپ کیا کہتے

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۹؛ مکاتیب الرسول (جلد ۲) ص ۳۹۸-۴۹۳؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱)، ص ۳۷۷

۲۔ احقاق الحق (جلد ۲۲) ص ۳۳-۴۳؛ فضل بن حسن، طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی (جلد ۱) ص ۲۵۴؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷

ہیں ؟حضرت علیؑ کو پتہ تھا کہ کیوں پیغمبر اسلامؐ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا ہے لہٰذا آپ نے فرمایا:
"میرے خیال میں تم یہ مخصوص لباس اور سونے کی انگوٹھی اتار کر دوبارہ حضرتؐ کے پاس جاؤ۔"

اس کے اگلے دن یعنی انیسویں ذی الحجہ کو نجرانیوں نے حریر کے کپڑے تبدیل کرکے راہبوں کا سادہ لباس زیب تن کیا اور پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس بار جب انہوں نے سلام کیا تو پیغمبرؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے انہیں قبول کرلیا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے لئے اہالی نجران کا تحفہ[1]: نجرانی اس بات سے خوش تھے کہ پیغمبرؐ نے انہیں اپنی بارگاہ میں قبول کرلیا ہے۔ انہوں نے کچھ تحفے حضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے جن میں ایک بڑا کپڑا تھا جس پر کچھ تصویریں بنی تھیں اور کچھ سادے کپڑے تھے۔ لوگ ان کپڑوں کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ حضرتؐ نے ان کپڑوں کو بے اہمیت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا: "مجھے تصویروں والے کپڑے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس بنے ہوئے کپڑے کو قبول کرتا ہوں۔"

مدینہ میں عیسائیوں کی نماز[2]: اہالی نجران حضرتؐ کی خدمت میں تھے یہاں تک کہ ان کی نماز کا وقت ہوگیا جو کہ مسلمانوں کی نماز عصر کے بعد تھا۔ ان لوگوں نے اپنے رسم و رواج کے مطابق مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا اور پہلے اپنے ناقوس کو بجایا۔ لوگ اس بات سے ناراض ہو رہے تھے کہ عیسائی مسلمانوں کی مسجد میں نقارہ بجا رہے ہیں اور اپنے دین کے مطابق وہاں نماز پڑھنا چاہ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے عیسائیوں کو منع کرنا چاہا لیکن پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔" وہ عیسائی نقارہ بجانے کے بعد مشرق کی سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

نماز کے بعد انہوں نے پیغمبر اسلامؐ سے گفتگو شروع کی۔ پیغمبر اسلامؐ نے یہ مشورہ دیا کہ تین روز تک اصل موضوع پر کوئی گفتگو نہ ہو۔ اور ان تین دنوں میں وہ لوگ حضرتؐ کے بارے میں تحقیق کریں۔ عیسائیوں نے حضرتؐ کے مشورہ کو قبول کیا اور یہ طے پایا کہ تین روز بعد وہ لوگ واپس آئیں۔

۱۔ مکاتیب الرسول (جلد ۲) ص ۴۹۵

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۴۰ و ۳۴۸؛ شیخ مفید، اختصاص، ص ۱۱۲؛ مکاتیب الرسول (جلد ۲) ص ۴۹۳

مدینہ کے یہودیوں سے مشورہ[۱]: اہالی نجران تین روز تک مدینہ میں پیغمبرؐ کے بارے میں تحقیق کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری دن یہودیوں سے ملاقات کرنے بیت المدْراس گئے جو ان کا علمی مرکز تھا۔ علمائے یہود اور مسیحی نے ایک دوسرے سے گفتگو کی اور آخر کار یہ طے ہوا کہ اگلے دن یہود بھی عیسائیوں کے ہمراہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور ان کا امتحان لیں گے۔

چوتھے دن یعنی ۲۳ ذی الحجہ کو نماز صبح کے وقت عیسائی، یہودیوں کے ہمراہ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نماز کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے بغیر یہ پوچھے کہ ان تین دنوں میں وہ لوگ کس نتیجہ پر پہنچے ہیں، اصل موضوع کو پیش کیا اور سید وعاقب کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے پہلے یہ جاننا چاہا کہ اسلام سے کیا مراد ہے۔ لہٰذا انہوں نے پوچھا: "ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟" پیغمبرؐ نے فرمایا: "میں دعوت دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور میں پیغمبر خدا ہوں اور عیسی خلق شدہ بندہ تھے جو کھاتے تھے، پیتے تھے اور شادی کرتے تھے۔"

سید وعاقب نے کہا: "ہم آپ سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں۔" ان کا مقصد یہ تھا کہ مسیحیت ہی دین حقیقی ہے اور نئے دین قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرتؐ نے ان کے بے اساس دعوے کو رد کرنے کے لئے فرمایا: "جھوٹ بول رہے ہو بلکہ تم صلیب کی محبت، شراب پینے، خنزیر کا گوشت کھانے اور عیسی کو اللہ کا بیٹا ماننے کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے۔"

جناب عیسی کے بارے میں گفتگو[۲]: سید وعاقب نے عیسی مسیح کے بارے میں اپنی گفتگو کو عیسائیوں کے عقیدہ پر مرکوز کی اور کہا: "اے ابوالقاسم! اللہ تعالی نے آسمانی کتابوں میں جتنی بھی نشانیاں عیسی کے بعد مبعوث ہونے والے نبی کے بارے میں بتائی ہیں، سب آپ میں موجود ہیں سوائے ایک نشانی کہ جو سب سے بڑی علامت اور نشانی ہے۔"

پیغمبرؐ نے فرمایا: "میری وہ کون سی صفت ہے جو پیغمبر موعود سے میل نہیں کھاتی۔" انہوں نے کہا: "ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عیسی کے بعد آنے والا نبی ان کی تائید و تصدیق کرے گا اور ان پر ایمان

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۱۹، ۳۴۷

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۹

لائے گا جب کہ آپ ان کے بارے غلط باتیں کرتے ہیں اور ان کو مانتے ہی نہیں اور انہیں اللہ کا بندہ بتاتے ہیں۔"

پیغمبر اسلامؐ اسی اقرار کے منتظر تھے۔آپ نے وہاں پر موجود عیسائی، یہودی اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر گز ایسا نہیں ہے بلکہ میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ان پر ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ پیغمبر اور اللہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ عیسی اللہ کے بندہ ہیں اور اللہ کی اجازت کے بغیر اپنے نفع و نقصان اور موت کے بعد مبعوث ہونے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔"

عیسی کے خدا نے ہونے کے بارے میں گفتگو[۱]: عیسائی حضرت عیسی کی خدائی کو ثابت کرنا چاہ رہے تھے۔ انہوں حضرت عیسی کے معجزات کو اس انداز سے پیش کیا جس سے ان کے درجہ کو الوہیت تک بلند کرسکیں۔انہوں نے کہا: "کیا بندے وہ کام کرسکتے ہیں جو عیسی نے انجام دیا؟ کیا دوسرے پیغمبروں نے ان کی جیسی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیا وہ مردوں کو زندہ نہیں کرتے تھے۔ کیا وہ اندھے اور کوڑھی کو شفا نہیں دیتے تھے۔ لوگوں کو ان کے ذہن میں موجود باتوں کے بارے میں نہیں بتاتے تھے۔ کیا وہ یہ خبر نہیں دیتے تھے کہ اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے۔ان کاموں کو خدا یا اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی اور انجام دے سکتا ہے۔"

پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں فرمایا:

"میرے بھائی عیسی (جیسا کہ آپ نے کہا) مردوں کو زندہ کرتے تھے، اندھے اور کوڑھی کو شفا عطا کرتے تھے۔ لوگوں کے ذہن میں کیا ہے اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے، اس کے بارے میں بھی بتاتے تھے لیکن یہ تمام باتیں اللہ تعالی کے اذن سے تھیں۔ عیسی، پروردگار کے بندے تھے اور یہ بات ان کے لئے عار نہیں تھی اور وہ اس

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۰،۳۳۷، ۳۴۰،۳۴۱، ۳۴۴،۳۴۹، ۳۵۲، ۲۸۵؛ اختصاص، ص ۱۱۲؛ اعلام الوری باعلام الہدی (جلد ۱) ص ۲۵۴؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷

موضوع سے انکار نہیں کرتے تھے۔ عیسی بھی گوشت، پوست، خون اور ہڈیوں سے بنے تھے۔ غذا کھاتے تھے، ان کو پیاس لگتی تھی۔ اپنی ضرورتوں کو رفع کرنے کے لئے اقدام کرتے تھے۔ ان کا اللہ وہ خدائے یگانہ تھا جس کا کوئی مانند نہیں ہے۔"

اس بار اسقف اعظم نے سوال کیا: "اے ابوالقاسم! موسیٰ کے باپ کون ہیں؟" حضرتؐ نے فرمایا: "عمران۔" اس نے نے پوچھا: "یوسف کے باپ کون ہیں؟" پیغمبرؐ نے جواب دیا: "یعقوب۔" اسقف اعظم نے پوچھا: "آپ کے باپ کون ہیں؟" جواب دیا: "میرے باپ عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔" اس نے پوچھا: "عیسی کے باپ کون ہیں؟" پیغمبرؐ نے فرمایا: "وہ روح خدا اور بندہ خدا اور اس کے بھیجے ہوئے اور اس کی حجت تھے۔ وہ ایک کلمہ تھے جو مریم پر القا کئے گئے اور پروردگار کی طرف سے ایک روح تھے۔"

ایک عیسائی نے کہا: "بلکہ وہ فرزند خدا تھے۔" دوسرے نے کہا: "تین تھے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔" انہوں نے عیسی کے فرزند خدا ہونے کے بارے میں آخری بات کو پیش کیا اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول خداؐ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا: "عیسی جیسا کوئی دکھائیں جو بنا شوہر کے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو؟ اللہ کی مخلوقات میں کوئی ایسی مثال لاؤ"۔

پیغمبر اسلامؐ نے ان کے جواب میں خلقت الٰہی کا ایک غیر قابل انکار نمونہ یعنی حضرت آدم کو پیش کیا اور فرمایا:

> "آدم کی خلقت اور زیادہ عجیب ہے۔ وہ بنا ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی شئے کی خلقت دوسری شئے سے آسان یا مشکل نہیں ہے۔ اللہ جب ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔"

پیغمبرؐ نے آدم کے بارے میں ان سے پوچھا کہ کیا آدم مخلوق نہ تھے جو کھاتے پیتے تھے اور شادی کرتے تھے۔ عیسائیوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: "ان کا باپ کون تھا۔" عیسائی خاموش ہو گئے۔ انہوں نے عیسی کو فرزند خدا ماننے پر اصرار کیا اور کہا: "خدا کی قسم! آپ جو کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں ہمیں کچھ پتہ نہیں۔"

اس کے جواب میں پیغمبر اسلامؐ نے سورہ آل عمرن کی ۵۹ آیت کی تلاوت فرمائی جہاں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔ ترجمہ: عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ انہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر کہا ہو جا اور وہ ہو گیا۔

نجرانیوں کا ردعمل[۱]: لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اسقف اعظم، عیسی کے احترام میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور دوبارہ بیٹھ گیا اور بولا: "اے محمدؐ! ہم نے توریت وانجیل و زبور میں اس طرح کی باتیں نہیں پڑھیں ہیں اور یہ صرف آپ کے پاس ہے۔"

عاقب نے بھی عیسی کے مٹی سے خلق ہونے کی بات پر حیرت کا اظہار کیا۔ دوسرے عیسائیوں نے بھی اس کی تائید میں کہا: "ہم مسیح کو عظمت سے یاد کرتے ہیں اور اللہ سے محبت کی وجہ سے اور اللہ کے احترام میں عیسی کی پرستش کرتے ہیں۔"

پیغمبرؐ نے ان کے جواب میں سورہ آل عمران کی ۱۳۱ آیت کی تلاوت فرمائی:

> قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ ترجمہ: اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تم سے محبّت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

عیسائیوں نے حضرتؐ سے پوچھا: "کیا آپ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ عیسی مٹی سے خلق کئے گئے ہیں۔ ہم پر اور آپ پر نازل ہونے والی باتوں میں ہم اسے نہیں پاتے اور یہودیوں پر نازل ہونے والی باتوں میں بھی یہ نہیں ہے۔"

ایک یہودی نے موقع کو غنیمت جانا اور لوگوں کے ذہن کو منحرف کرنے کے لئے کہا: "اے محمد! تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری پرستش کریں جس طرح نصاری عیسی بن مریم کی پرستش کرتے ہیں۔" ایک نجرانی نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا: "اے محمد! کیا واقعی آپ یہی چاہتے ہیں؟"

پیغمبرؐ نے فرمایا: "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ غیر خدا کی پرستش کروں یا غیر خدا کی پرستش کا حکم دوں۔ اللہ نے مجھے اس کے لئے مبعوث نہیں کیا ہے۔"

پھر آپؐ نے سورہ آل عمران کی ۷۹-۸۱ آیت کی تلاوت فرمائی:

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۴۸ و ۳۴۹؛ لباب النقول، ص ۴۲؛ عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی، تفسیر ثعالبی (جلد ۲) ص ۵۷ و ۶۶؛ الدر المنثور (جلد ۲) ص ۴۰؛ جلال الدین المحلی، تفسیر الجلالین، ص ۷۷

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ۔

ترجمہ: کسی بشر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ خدا اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کردے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر ہمارے بندے بن جاؤ بلکہ اس کا قول یہی ہوتا ہے کہ اللہ والے بنو کہ تم کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہو اور اسے پڑھتے بھی رہتے ہو۔ وہ یہ حکم بھی نہیں دے سکتا کہ ملائکہ یا انبیا کو اپنا پروردگار بنالو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے سکتا ہے جب کہ تم لوگ مسلمان ہو۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے تمام انبیا سے عہد لیا کہ ہم تم کو جو کتاب و حکمت دے رہے ہیں اس کے بعد جب وہ رسول آجائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو تم سب اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا اور پھر پوچھا کیا تم نے ان باتوں کا اقرار کرلیا اور ہمارے عہد کو قبول کرلیا تو سب نے کہا بیشک ہم نے اقرار کرلیا۔ ارشاد ہوا کہ اب تم سب گواہ بھی رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

مباہلہ کا مشورہ[۱]: سید و عاقب کو معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے شبہ پیدا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا آخری راہ حل کے عنوان سے یہ بات پیش کی۔ ان کا گمان تھا کہ پیغمبرؐ اس بات کو قبول نہیں کریں گے۔ عاقب نے کہا:

"عیسیٰ کے بارے میں ہمارے اور آپ کے اختلاف نظر بڑھتے جارہے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم مباہلہ کرلیں تاکہ معلوم ہوجائے ہم میں سے کون حق کا سزاوار ہے اور کاذبین پر اللہ کی لعنت قرار دیں۔ اس کام کو گذشتہ امتوں نے بھی انجام دیا ہے اور عبرت حاصل کی ہے۔"

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۴۸، ۳۵۳؛ علی ابن ابراہیم قمی، تفسیر قمی (جلد ۱) ص ۱۰۴

پیغمبر اسلامؐ نے فوراً سورہ آل عمران کی ۶۱ آیت کی تلاوت فرمائی:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔

ترجمہ: اے پیغمبر! علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

سید و عاقب کو یہ گمان نہیں تھا کہ پیغمبر اسلامؐ مباہلہ کے لئے فوراً تیار ہو جائیں گے۔ انہوں نے اجازت طلب کی اور مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور طے کیا کہ اگلی صبح تک کے لئے مہلت لے لیں اور اس درمیان اس بارے میں مشورہ کرکے صحیح فیصلہ تک پہنچیں۔

وہ لوگ پیغمبر اسلامؐ کے پاس واپس آئے اور بولے: "اے ابوالقاسم! آپ نے ہمارے ساتھ انصاف کیا۔" پیغمبرؐ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے مجھے مباہلہ کا حکم دیا ہے۔"

انہوں نے کہا: "ہم کل آپ سے مباہلہ کریں گے۔" حضرتؐ نے فرمایا: "انشاء اللہ۔" حضرتؐ نے مباہلہ کے لئے اپنے ثبات قدم کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا: "مجھ سے مباہلہ کرو۔ اگر میں سچا ثابت ہوا تو تم پر لعنت نازل ہوگی اور اگر میں جھوٹا ہوا تو مجھ پر نازل ہوگی۔"

نجرانیوں کا مباہلہ کے لئے بحث و مشورہ کرنا[۱]: اہالی نجران پیغمبر اسلامؐ کی خدمت سے رخصت ہوئے اور اپنے محل قیام کی طرف روانہ ہوگئے جو کہ مسجد نبوی سے کافی دوری پر تھا۔ راستہ میں ہر نجرانی اپنے آپ کو مباہلہ سے الگ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بات کہہ رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا:

"محمدؐ نے ایسی بات کہہ دی ہے جو ان کی نبوت کے بارے میں آخری دلیل ہے۔ پہلے تم یہ دیکھو کہ وہ کن لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کرتے ہیں۔ کیا اپنے اصحاب کو ساتھ لاتے ہیں یا ان لوگوں کو ساتھ لاتے ہیں جو معاشرہ میں صاحب حیثیت ہیں یا اہل خضوع و خشوع اور عبادت کرنے والوں کو ساتھ لاتے ہیں۔ اگر وہ بہت سارے لوگوں

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۴۸، ۳۵۳؛ الدر المنثور (جلد ۲) ص ۳۹؛ علامہ حلی، المستجاد من الارشاد، ص ۱۰۶

کے ساتھ آئے تو سمجھ لو کہ بادشاہوں کی طرح فخر و مباہات کرنا چاہتے ہیں اور وہ کامیاب نہ ہونگے اور تم جیت جاؤگے لیکن اگر مختصر سے عبادت گزار بندوں کے ساتھ آئے تو سمجھ لو کہ یہ انبیا کا طریقہ ہے۔ اس صورت میں مباہلہ سے پرہیز کرنا۔"

اب فیصلہ کی گھڑی آچکی تھی اور بہت سخت مرحلہ در پیش تھا۔ اہالی نجران، بنی قریظہ، بنی النضیر اور بنی قینقاع کے یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے مشورہ کیا۔ وہ یہودی پیغمبر اسلامؐ کی حقانیت سے بخوبی واقف تھے اگرچہ اسلام قبول نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضرتؐ سے صلح کرلو اور مباہلہ نہ کرو کیونکہ یہ وہی نبی ہے جس کا ذکر توریت میں ملتا ہے۔

سید و عاقب جو کہ حقیقت سے واقف تھے، سب سے زیادہ خوفزدہ تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "اگر وہ اپنی قوم کے ساتھ مباہلہ کے لئے آتے ہیں تو ہم مباہلہ کرلیں گے کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ پیغمبر نہیں ہیں لیکن اگر صرف اپنے اہلبیت کے ساتھ آتے ہیں تو ہم ان سے مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اہلبیت کو کبھی بھی خطرہ میں نہیں ڈالیں گے مگر یہ کہ اپنی صداقت پر انہیں یقین ہو۔"

اسقف اعظم نے بھی اس بات کی تائید کی۔ اس طرح اہالی نجران نے وہ رات بہت ہی اضطراب و پریشانی کی حالت میں گزاری کیونکہ کل صبح اللہ کے سب سے محبوب بندے کے ساتھ مباہلہ کرنا تھا۔ مدینہ کے لوگ ۲۴ ذی الحجہ کی رات کو جلدی اپنے اپنے گھروں کو گئے تاکہ صبح سویرے اس اہم پروگرام میں شرکت کرسکیں جو تاریخ اسلام میں پہلی بار ہو رہا تھا۔

مباہلہ کی تیاری[1]: اس الٰہی پروگرام کا ہر لمحہ اللہ کے حکم سے آگے بڑھ رہا تھا اور پھر جبرئیل نازل ہوئے تاکہ ابنا، نسا اور انفس کے بارے اللہ کا حکم بیان کرسکیں:

"آپ، اپنے وصی اور دو نواسے اور بیٹی کو مباہلہ کے لئے لے جائیے اور نصارائے نجران سے مباہلہ کیجئے۔"

اس حکم کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے امیر المؤمنینؑ، جناب فاطمہ زہرا(س) اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اطلاع کردی کہ کل صبح مباہلہ کے لئے تیار رہیں۔ دوسری طرف پیغمبر اسلامؐ ایک ایسے مقام کی تلاش میں تھے

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۱

جہاں پر مباہلہ ہوسکے۔ ایسی جگہ جو کشادہ ہو اور سبھی لوگ وہاں جمع ہوسکیں اور مباہلہ کرنے والوں کو دیکھ سکیں۔ حضرت علیؑ کے مشورہ سے بقیع کے قریب ایک مقام کا انتخاب کیا گیا جہاں دو درخت بھی تھے۔ درخت کے سامنے وسیع میدان تھا جہاں پر لوگ جمع ہو سکتے تھے۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ دونوں درختوں کے بیچ جھاڑو لگایا جائے اور صبح کے قریب ایک نازک سا کالا کپڑا سایبان کی طرح ان درختوں پر ڈال دیا گیا۔

اہلبیت کا مباہلہ کے لئے روانہ ہونا[1]: اذان صبح کے بعد مسجد نبوی لوگوں سے بھر گئی اور نماز جماعت سے ادا کی گئی۔ اب پیغمبر اسلامؐ آیہ مباہلہ کے حکم سے اپنے بیٹوں، عورتوں اور نفس کو ابنائنا، نسائنا اور انفسنا کی جگہ پر لیکر روانہ ہونا چاہتا ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ محراب مسجد سے اٹھے اور حضرت علیؑ کے مکان کے دروازہ پر آئے جو کہ مسجد میں ہی کھلتا تھا۔ آپ وہاں ٹھرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔

۲۴ ذی الحجہ سنہ نو ہجری مطابق ۶۳۱ عیسوی روز سہ شنبہ کا سورج طلوع ہوتے ہی پیغمبر اکرمؐ مباہلہ کے لئے روانہ ہوئے اس حال میں کہ امیر المؤمنینؑ آپ کے دائیں طرف تھے اور آپ کا ہاتھ پیغمبرؐ کے ہاتھ میں تھا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بائیں طرف تھے اور جناب فاطمہ (س) پیغمبر اکرمؐ کے پیچھے تھیں۔ مباہلہ کے وقت پیغمبر اسلامؐ ۶۱ سال، امیر المؤمنینؑ ۳۱ سال، جناب فاطمہ (س) ۱۶ سال، امام حسنؑ ۷ سال اور امام حسینؑ ۶ سال کے تھے۔ اہلبیت کے دوش پر ایک کپڑا تھا اور پیغمبرؐ کے دوش پر ایک نازک عبا تھی جسے کالے بالوں سے بنا گیا تھا۔ پیغمبرؐ نے اسی حالت میں اپنی بیٹی، داماد اور نواسوں سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔

پنجتن اطہار اس درخت کے قریب پہنچے اور عبا کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی کمان پر تکیہ کیا اور دایاں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا:

> "پالنے والے! یہ میرے اہلبیت اور میرے خاص ہیں۔ ان سے ہر طرح کی برائی کو دور رکھ اور انہیں پاک رکھ۔ خدایا! یہ علی نفسی کی جگہ پر ہیں اور وہ میرے نزدیک میری نفس کے برابر ہیں۔ خدایا! یہ فاطمہ نسائی کی منزل میں ہیں۔ وہ افضل نساء عالمین

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۴۸، ۳۵۳؛ جلد ۳۵، ص ۲۵۹، جلد ۳۷، ص ۴۹؛ سید مرتضی، علم الہدی، الشافی فی الامامۃ (جلد ۲) ص ۲۵۵؛ محمد بن مسعود عیاش السلمی السمرقندی معروف بہ عیاشی، تفسیر عیاشی (جلد ۱) ص ۱۷۵؛ اختصاص، ص ۱۱۲؛ احقاق الحق (جلد ۲۲) ص ۴۳، ابن شہر آشوب، مناقب ابن شہر آشوب (جلد ۲) ص ۲۲۶

ہیں۔ یہ حسن و حسین میرے فرزند اور نواسے ہیں۔ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو ان سے دوستی کرے گا میں اس سے دوستی کروں گا۔"

عیسائیوں کا مباہلہ کے لئے روانہ ہونا[1]: سب سے پہلے عیسائیوں نے مباہلہ کی بات پیش کی تھی لہٰذا ان کو پہلے وہاں آنا چاہئے تھا لیکن خوف کی وجہ سے ان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ ان لوگوں نے اتنی دیر کی کہ پیغمبر اسلامؐ نے کسی کو بھیجا اور دیر ہونے کی وجہ دریافت کی۔ بہر حال وہ لوگ مباہلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے آگے اسقف اعظم تھا۔ پھر سید و عاقب اپنے دونوں بیٹے صبغتہ المحسن اور عبدالمنعم اور دونوں بیٹیاں سارہ و مریم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے باقی اہالی نجران بہترین زرق و برق لباس زیب تن کئے ہوئے میدان مباہلہ کی جانب چلے۔ عاقب خطرے کو بھانپ چکا تھا۔ اسی لئے اس نے آخری بار کہا:

> "اے لوگو! تم جان چکے ہو کہ محمدؐ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور تمہارے آقا عیسیٰ کے بارے میں صحیح بات بتائی ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی بھی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ ان کی بزرگی ختم ہو گئی۔ اگر مباہلہ کروگے تو ختم ہو جاؤگے۔ واقعی اگر تم کو اپنے دین سے انسیت ہے اور عیسیٰ کے بارے میں اپنے عقیدہ پر ثابت قدم ہو تو ان سے مصالحت کر کے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔"

مستقبل کے بارے میں فکر مند ایک نجرانی نے اسقف اعظم سے کہا: "پہاڑ کو اپنے ہاتھوں سے ریزہ ریزہ کرو لیکن ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ لعنت میں گرفتار ہو جاؤگے۔"

اسقف اعظم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "دیکھو وہ کن لوگوں کو اپنے ہمراہ مباہلہ کے لئے لائے ہیں۔" اس کے صلاحکار شرحبیل نے کہا:

> "خدا کی قسم! بہت عظیم کام انجام دینے جا رہے ہیں۔ اگر یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہوگا اور ہم عرب میں پہلے وہ گروہ ہوں گے جو ان کی بات کو رد کر رہے ہیں، تو اس

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۶۵، ۲۸۰، ۲۸۵، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۳۸؛ تاریخ یعقوبی (جلد ۲) ص ۸۲؛ بلاذری، ابوالعباس احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، ص ۷۵؛ قصص الانبیا (جلد ۲) ص ۳۹۷

بات کی رنجش ان کے اور ان کے اصحاب کے دل سے نہیں نکلے گی یہاں تک وہ ہم سے بدلہ نہ لے لیں۔ اور ہم ان کے سب سے قریبی عیسائی پڑوسی ہیں۔ لیکن اگر یہ شخص اللہ کا بھیجا ہوا بندہ ہے اور ہم اس سے مباہلہ کرتے ہیں تو روئے زمین پر ہمارا بال و ناخن تک نہ بچے گا۔"

نجرانیوں نے پوچھا: "تمہاری کیا رائے ہے؟" شرحبیل نے کہا: "میری رائے یہ ہے کہ ہم جزیہ دینا قبول کر لیتے ہیں اور انہیں حکم قرار دیتے ہیں تا اس کی مقدار وہ خود طے کریں کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ بنا سوچے سمجھے وہ کوئی حکم نہیں کریں گے۔"

نجرانی میدان مباہلہ کی طرف آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ تبھی ایک یہودی جوان سامنے آیا اور انہیں اس عمل سے روکتے ہوئے بولا: "وائے ہو تم پر! کیا ماضی قریب میں تمہارے بھائی بندر و خنزیر کی صورت میں مسخ نہیں ہوئے تھے۔ مباہلہ نہ کرنا۔"

اسی طرح قوم نصارا کا ایک دانشور سامنے آیا اور کتاب انبیا سے پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کی یاد دہانی کرتے ہوئے کہا: "مباہلہ نہ کرنا۔ جامعہ میں ان کے جو صفات پڑھے ہیں، انہیں یاد کیجئے۔ خدا کی قسم! تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ سچے ہیں۔ تمہارا زمانہ بندر و خنزیر میں مسخ ہونے والے تمہارے بھائیوں سے قریب ہے۔"

نجرانی اسی طرح میدان مباہلہ کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ راستہ میں اور کئی لوگوں نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔

طرفین مباہلہ کا آمنا سامنا[1]: دور سے عیسائی آتے ہوئے نظر آئے۔ پیغمبر اسلامؐ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے تا کہ مباہلہ کے لئے اپنی تیاری کو ظاہر کر سکیں۔ جب عیسائیوں کی نظر حضرتؐ پر پڑی اور حضرتؐ کو آمادہ و تیار پایا تو ان کے خوف میں مزید اضافہ ہوا اور وہ ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے: "خدا کی قسم! وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اگر ان کے ساتھ مباہلہ کرتے ہیں تو اللہ ہمارے خلاف ان کی دعا کو مستجاب کر دے گا اور ہمیں ہلاک کر دے گا۔ اب کوئی چارہ نہیں ہے مگر یہ کہ اپنی بات واپس لے لیں۔"

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۰، ۳۴۰، ۳۴۲، ۳۴۸، ۳۴۹؛ ابوالفرج اصفہانی، الاغانی (جلد ۱۲) ص ۷ و ۸؛ فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، (جلد ۲) ص ۳۰۸؛ البدایۃ والنہایۃ (جلد ۲) ص ۸۳

میدان مباہلہ سے اور قریب ہونے پر عیسائیوں نے دیکھا کہ حضرتؐ چار لوگوں کے ساتھ دو درختوں کے بیچ بنے سائبان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسقف اعظم نے حضرتؐ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے لوگوں کے بارے میں سوال کیا۔ جواب میں بتایا گیا:

> "یہ پیغمبر کے چچازاد بھائی (علی بن ابیطالب) ہیں جو ان کے داماد اور ان کی نظر میں سب سے محبوب مخلوق ہیں۔ وہ دونوں بچے ان کی بیٹی کے بچے ہیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور وہ خاتون آپ کی بیٹی ہیں جو آپ کی سب سے عزیز ہیں۔"

یہ سنتے ہی نجرانیوں کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ ایسے نام سن رہے تھے جن کے بارے میں وہ کچھ دنوں پہلے آسمانی کتابوں میں پڑھ چکے تھے۔ ان کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ واقعی فاطمہ (س) کے سامنے کھڑے ہیں، محمدؐ ان کے سامنے دست دعا بلند کئے ہوئے ہیں، علیؑ ان کے سامنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ مباہلہ کے لئے آسمان کی طرف بلند ہو چکے ہیں۔

اسقف اعظم نے مایوسی سے سید وعاقب کی طرف دیکھا اور ان کو مباہلہ سے روکنے کے لئے کہا:

> "ان کی طرف دیکھو! وہ اپنے اکلوتے فرزند اور گھر والوں کے ہمراہ آئے ہیں یعنی انہیں اپنے حق پر ہونے کا یقین ہے۔ اس مباہلہ سے پرہیز کرو۔ خدا کی قسم! اگر قیصر کا خوف نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا۔ تم ان سے صلح کرو اور اپنے شہروں کو واپس لوٹ جاؤ۔"

نجران کے نمائندوں نے ان سب باتوں کو سن کر اور وہ منظر دیکھ کر، اپنی رفتار دھیمی کر دی اور کوشش کی کہ پیغمبر اسلامؐ کی نظر ان پر نہ پڑے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرتؐ ان کو دیکھ کر مباہلہ کا آغاز کر دیں۔ جب عیسائی قریب آئے اور پنجتن کو قریب سے دیکھا تو کہا:

> "یہ وہ چہرے ہیں کہ اگر خدا کو قسم دیں کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے تو اللہ ان کو اکھاڑ دے گا۔"

میدان مباہلہ کے کچھ قدم کے فاصلہ پر ایک یہودی نے کہا: "مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔"

اسقف اعظم جو منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کے پیش نظر اس کے قدم سست پڑ گئے اور وہ وہیں ٹھر گیا جب کہ لوگ منتظر تھے کہ وہ آگے بڑھے۔ سید نے کہا: "اے ابوالحارثہ مباہلہ کے لئے قریب جاؤ۔"

اسقف اعظم نے کہا:

"ہرگز! میں ایسے انسان کو دیکھ رہا ہوں جو جرات کے ساتھ مباہلہ کرے گا اور مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دعوی میں سچا نہ ہو۔ خدا کی قسم! اگر وہ سچا ہوگا تو ایک سال بھی نہیں گزرے گا کہ ایک نصرانی اس دنیا میں زندہ نہیں بچے گا۔"

پیغمبر اکرمؐ زانوؤں کے بل بیٹھے ہوئے، دائیں ہاتھ کو مباہلہ کے لئے بلند کئے ہوئے تھے اور نجرانیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ نجرانیوں نے جب دیکھا کہ اسقف اعظم قدم آگے نہیں بڑھا رہے ہیں تو وہ پریشان ہوئے اور پیغمبر اکرمؐ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور مباہلہ کے میدان میں آنے سے کترانے لگے۔ لوگ نجرانیوں کے خوف اور ان کے ٹھر جانے کو دیکھ رہے تھے۔ عیسائی آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ کیا رد عمل ظاہر کیا جائے اور آخر کار سید و عاقب کو حضرتؐ سے گفتگو کے لئے بھیجنے پر راضی ہوئے۔

مباہلہ کرنے والوں کی پیغمبر اسلامؐ سے ملاقات[1]: سید و عاقب پیغمبرؐ کے پاس آئے اور پوچھا: "اے ابوالقاسم! کن لوگوں کے ساتھ آپ ہم سے مباہلہ کریں گے۔" حضرتؐ نے جواب دیا: "زمین پر موجود بہترین افراد اور اللہ تعالی کے قریب سب سے عزیز لوگوں کے ہمراہ۔" پھر حضرتؐ نے علیؑ، فاطمہ (س)، حسنؑ اور حسینؑ کی طرف اشارہ کیا۔

سید و عاقب یہ جاننا چاہ رہے تھے کہ کیوں پیغمبر اسلامؐ صرف انہیں چند لوگوں کے ہمراہ مباہلہ کے لئے آئے ہیں اور وہاں موجود جم غفیر کو اپنے ساتھ کیوں نہیں لیا۔ انہوں نے اپنے سوال کو اس طرح پیش کیا: "آپ زیادہ لوگوں کے ہمراہ اور زرق برق کپڑوں میں ملبوس افراد کے ساتھ مباہلہ میں نہیں آئے ہیں۔ ہم آپ کے ہمراہ اس جوان اور یہ خانون اور دو بچوں کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آپ ان کے ہمراہ ہمارے ساتھ مباہلہ کریں گے؟"

پیغمبر اکرمؐ کو معلوم تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں لہذا آپ نے سنجیدہ لہجے میں ان سے کہا:

"ہاں! کیا میں نے کچھ دیر پہلے تم کو بتایا نہیں تھا۔ قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! مجھے حکم ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ تم سے مباہلہ کروں۔ یہ

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۴۹

ہمارے بیٹے، عورتیں اور نفس ہیں۔ تم بھی ان کی طرح کوئی نمونہ لے آؤ۔"

نجرانی لوگ سید و عاقب سے کچھ فاصلہ پر کھڑے، پیغمبر اسلامؐ سے ان کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگ پریشان تھے کہ کہیں مباہلہ کی نوبت نہ آجائے۔ پیغمبرؐ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھ کر ایک عیسائی فوراً عاقب کے پاس آیا اور آہستہ سے اس سے کہا: "تمہیں اللہ کی قسم ہے! اس شخص سے مباہلہ نہ کرنا۔ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس سے مباہلہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اور اگر سچا ہوگا تو ایک سال بھی نہیں گزرے گا کہ تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔"

پیغمبر اکرمؐ کے جواب سے عاقب و سید کو یقین ہوگیا کہ یہ ایک امر الٰہی ہے۔ ان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور قریب تھا کہ وہ ہوش کھو بیٹھیں۔ وہ سر جھکائے اپنے ساتھیوں کے پاس واپس لوٹ گئے۔

مباہلہ سے نجرانیوں کی وحشت[۱]: ان حساس لمحوں میں عاقب و سید نے کچھ دیر تنہائی میں آپس میں گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ دونوں، لوگوں سے دور باتیں کرنے لگے۔ ان میں سے ایک نے نئی بات پیش کی اور کہا: "ہم ان کے سامنے ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ ہم کو اس مسئلے سے کوئی خوف و ڈر نہیں ہے۔ پھر ان کو مال و اسلحہ کی پیشکش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ان سب چیزوں سے ہم سے مباہلہ کروگے؟ اس طرح بات کرنا کہ وہ متوجہ نہ ہوں کہ ہم ان کی اور ان کے اہلبیت کی فضیلت سے واقف ہیں۔"

سید و عاقب گفتگو میں مشغول تھے اور لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے ہاتھوں کو مباہلہ کے لئے بلند کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: "کوئی رہبانیت باقی نہیں بچے گی۔ جلد ان کے پاس جاؤ۔ اگر مباہلہ کا ایک لفظ بھی ان کے دہن سے نکل گیا تو ہم واپس اپنے گھر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ دونوں جلدی سے پیغمبرؐ کی خدمت میں آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے تاکہ فی الحال حضرتؐ مباہلہ نہ کریں۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو پرسکون ظاہر کرتے ہوئے بات کا رخ دوسری جانب موڑا اور ایک بار پھر یہ کہا: "اے ابوالقاسم! کیا آپ ان لوگوں کے ساتھ ہم سے مباہلہ کریں گے؟" حضرتؐ نے فرمایا: "ہاں! اللہ کے نزدیک روئے زمین پر یہ سب سے زیادہ محبوب بندے ہیں اور اس کی درگاہ میں سب

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۲، ۳۵۴؛ اختصاص، ص ۱۱۲؛ احقاق الحق (جلد ۱۴) ص ۱۳۳

قریبی وسیلہ ہیں۔ میں روئے زمین پر موجود بہترین مخلوقات کے ہمراہ تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے آیا ہوں۔"

اس بار بھی پیغمبر اکرمؐ کی باتیں سن کر وہ لرزنے لگے اور حضرتؐ سے درخواست کی کہ مباہلہ نہ کریں جب تک کہ وہ لوگ اپنی قوم سے دوبارہ مشورہ نہ کرلیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کی بات مان لی اور سید و عاقب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آئے۔

مباہلہ سے قبل عذاب کے آثار[۱]: اس وقت سید و عاقب اس قدر بو کھلائے ہوئے تھے کہ انہیں اپنے آس پاس کا کچھ بھی خیال نہیں تھا۔ جب کہ عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔ اندھیرا چھاگیا تھا اور جانور حتیٰ کہ نباتات بھی رد عمل ظاہر کر رہے تھے۔ مدینہ کے لوگ وہ منظر دیکھ رہے تھے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اسقف اعظم کا بھائی منذر بن علقمہ جس کا شمار نصاریٰ کے دانشوروں میں ہوتا تھا، اس نے سید و عاقب کے شک و تردید کو دیکھتے ہوئے لوگوں سے کہا: "مجھے ان دونوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دو۔" جب منذر اور سید و عاقب اکیلے ہوئے تو منذر نے کہا: "کسی قوم کا رہبر اور قائد اپنی قوم سے جھوٹ نہیں بولے گا۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ عقل و خرد سے کام لو اور صحیح فیصلہ کرو۔"

سید و عاقب نے منذر سے کہا: "آپ ہمارے امین اور ہمدرد ہیں۔ آپ اپنی رائے پیش کریں۔"

منذر نے کہا:

> "کیا تم جانتے ہو کہ کسی بھی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ چشم زدن میں ہلاک ہوگئے۔ تم اور گذشتہ کتابوں کا فہم و درک رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ یہ محمد ابوالقاسم وہیں شخص ہیں جن کی گذشتہ پیغمبروں نے بشارت دی ہے اور ان کی اور ان کے اہلبیت کے صفات کو بیان کیا ہے۔ ایک اور بات ہے جس کے بارے میں میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں اور خوف دلانا چاہتا ہوں۔"

اپنے گرد و پیش سے بے خبر سید و عاقب نے بہت شوق سے اس کے بارے میں پوچھا۔ منذر نے بلند آواز سے جواب دیا تاکہ اور لوگ بھی سن سکیں:

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۲، ۳۵۴؛ اختصاص، ص ۱۱۲؛ احقاق الحق (جلد ۱۴) ص ۱۳۳

"سورج کو نہیں دیکھ رہے جس کا رنگ متغیر ہو گیا ہے اور افق کو نہیں دیکھتے جو گھنے بادلوں سے بھر گیا ہے، کالی اور سرخ ہوائیں تیزی سے چل رہی ہیں اور ان پہاڑوں سے دھواں اوپر جارہا ہے۔ ستاروں کی طرف دیکھو جو طلوع ہونا چاہتے ہیں۔ درخت زمین کی طرف مائل ہوگئے ہیں ۔ پرندے تمہاری آنکھوں کے سامنے زمین پر گر رہے ہیں۔ درختوں کو دیکھو جن کے پتے زمین پر گر رہے ہیں۔ زمین کی طرف دیکھو کس طرح ہمارے قدموں کے نیچے لرز رہی ہے۔ یہ واقعات اس لئے رونما ہورہے ہیں کیونکہ یہاں کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے۔ محمدؐ اور ان کے چاروں ساتھیوں کی طرف نظر کرو، کس طرح ہاتھوں کو بلند کئے ہوئے ہیں اور تمہارے جواب کے منتظر ہیں۔ اگر ان کے لب مباہلہ کے لئے وا ہوتے ہیں تو پھر ہم اپنے گھر بار کی طرف واپس نہیں لوٹ سکیں گے۔"

سید و عاقب اس وقت تک اپنے اطراف کی طرف متوجہ ہو چکے تھے اور اس منظر کو دیکھ کر ان کے قدم لڑکھڑانے لگے ۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ مباہلہ شروع ہونے سے پہلے ہی غضب الٰہی کے آثار نمایان ہو چکے ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ سے صلح کرنے کا فیصلہ[۱]: سید و عاقب کے چہرے پر منذر کی باتوں کے تاثرات صاف نظر آرہے تھے۔ منذر کو معلوم تھا کہ یہ دونوں عذاب کے آثار کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے ہیں لہٰذا ان کے خوف کو کم کرنے کے لئے اس نے کہا:

"اگر تم تسلیم ہو جاتے ہو تو دنیا و آخرت میں سلامت رہو گے لیکن اگر اپنے دین کو مقدم رکھو گے تو پھر کسی بھی بلا کو ٹالا نہیں جا سکتا ہے۔ تم نے محمدؐ کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا اور انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا۔ کوئی پیغمبر اگر کسی کام کو انجام دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے انجام دئے بغیر واپس نہیں جاتا ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم اپنی بات واپس لے لو اور محمدؐ سے صلح کر لو۔"

سید و عاقب نے منذر سے درخواست کی کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں جائیں اور امیر المومنینؑ کو

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۲، ۳۲۴

حضرتؐ اور نجرانیوں کے بیچ واسطہ قرار دیں تاکہ علیؑ ان کے درمیان فیصلہ کریں۔

اس طرح نجرانی مباہلہ کو ترک کرنے اور جزیہ قبول کرنے کے بارے میں آپس میں متفق ہوگئے اور منذر کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے پیغمبر اسلامؐ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ لوگوں نے دیکھا کہ سید و عاقب کی جگہ منذر میدان مباہلہ کی طرف روانہ ہورہے ہیں۔

منذر نے پیغمبرؐ سے کہا: "السلام علیک یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں ہے سوائے اس کے جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اور عیسی اللہ کے دو بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔"

اس طرح منذر نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ پھر اس نے کہا کہ نجرانی مباہلہ کو واپس لیتے ہیں اور آپ سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ مباہلہ نہ کریں۔ اور اب وہ صلح کے لئے تیار ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی طرف سے علی بن ابیطالبؑ اس کا فیصلہ کریں۔

پیغمبرؐ نے ان کی بات مان لی اور طے ہوا کہ وہ لوگ اپنے نمائندے کو صلحنامہ لکھنے کے لئے حضرتؐ کے پاس بھیجیں گے۔ نجرانیوں نے سید، عاقب اور شرحبیل کو اپنے نمائندے کے عنوان سے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے پیغمبرؐ سے کہا: "اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے۔ ہم اپنے دین پر اور آپ اپنے دین پر رہیں۔"

پیغمبر اسلامؐ نے اتمام حجت اور یہ بتانے کے لئے کہ نجرانیوں کا مباہلہ سے انکار کرنا، آپ کی حقانیت کی دلیل ہے، فرمایا: "اگر مباہلہ نہیں کرتے تو مسلمان ہو جاؤ۔" عیسائیوں نے یہ بات نہیں مانی اور اپنے دین پر باقی رہنے پر اصرار کیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "میں تم سے جنگ کروں گا۔"

شرحبیل نے کہا: "ہم میں عرب سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم آپ سے معاہدہ کرتے ہیں کہ آپ ہم سے جنگ نہیں کریں گے اور ہمیں ہمارے دین سے پھرنے کے لئے نہیں کہیں گے اور اس بات پر مصالحت کریں جس کی ہم استطاعت رکھتے ہوں۔ آج سے لیکر کل صبح تک جو بھی آپ حکم کریں گے ہم قبول کرلیں گے۔"

جزیہ کا قبول کرنا[۱]: پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "شاید وہ لوگ جو اس وقت تمہارے ساتھ نہیں ہیں، اس بات پر تمہیں سرزنش کریں"۔ شرحبیل نے کہا: "اس سلسلہ میں میرے ساتھیوں سے پوچھ لیجئے۔" حضرتؐ نے دوسرے لوگوں سے اس بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے علاقے کے لوگ کوئی بھی کام شرحبیل کی مرضی کے بغیر انجام نہیں دیتے۔

اس طرح پیغمبر اسلامؐ نے نجرانیوں کی درخواست کو قبول کرلیااور یہ طے ہوا کہ اگلے دن صلحنامہ پر دستخط کرنے کے لئے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

ترک مباہلہ کے بعد پیغام الٰہی[۲]: پیغمبر اسلامؐ اپنے اہلبیت اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ واپس مسجد نبوی آئے۔ اسی وقت جبرئیل نازل ہوئے اور یہ پیغام سنایا:

> "اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرے بندہ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون اور ان کے بیٹے کے ہمراہ اپنے دشمن قارون سے مباہلہ کیا اور میں نے قارون کو اس کے عزیز و اقارب اور اس کی ساری دولت اور ان لوگوں کے ہمراہ جو اس کی مدد کرتے تھے، زمین میں دھنسادیا۔ اے احمد! میری عزت و جلال کی قسم! اگر تم کسا کے نیچے موجود اپنے اہلبیت کے ذریعہ پورے زمین و زمان اور تمام مخلوقات سے مباہلہ کرتے، تو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور زمین بکھر جاتی اور اسے سکون نہ ملتا جب تک کہ میں ارادہ نہ کرتا۔"

اس پیغام کو سنتے ہی پیغمبر اسلامؐ کے چہرے پر آثار سرور نمودار ہوئے اور آپ نے سجدے میں سر رکھ دیا۔ پھر ہاتھوں کو بلند کیا اور تین بار فرمایا: "شکراً للمنعم"۔ پھر فرمایا" :اہلبیت پر ظلم کرنے والوں پر اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں جو اجر معین فرمایا ہے اس میں کوتاہی کرنے والوں پر قیامت تک لعنت ہو۔"

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۰، ۲۸۵، ۳۴۰؛ الحقاق الحق (جلد ۹) ص ۸۱؛ موفق بن احمد خوارزمی، مناقب خوارزمی، ص ۹۶؛ الدر المنثور (جلد ۲) ص ۳۷، ۳۸

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۵۵؛ احقاق الحق (جلد ۵) ص ۱۰۲

نجرانیوں سے معاہدہ[۱]: ۲۵ ذی الحجۃ کی صبح کو اہالی نجران صلحنامہ پر دستخط کرنے اور جزیہ قبول کرنے کے لئے آئے۔ان کی خواہش کی بنیاد پر پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ کو صلحنامہ لکھنے اور جزیہ کی مقدار طے کرنے کے لئے مقرر کیا۔

امیر المؤمنینؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے فرمایا: "میرا باپ آپ پر قربان! کس بات پر ان سے صلح کروں۔"

مباہلہ کے میدان میں پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ علیؑ میری نفس و جان ہیں اور یہاں بھی آپ نے فرمایا: "یاابوالحسن! جس طرح تم چاہو ان سے صلح کرو۔ تمہاری رائے میری رائے ہے۔"

امیر المؤمنین مسیحیوں کے پاس گئے اور یہ طے ہوا کہ اصل جزیہ حلہ ہونا چاہئے۔ حلہ ایک قیمتی کپڑا ہے جو نجرانیوں کا اصل پیشہ ہے۔ نجرانیوں کو اس کے بُننے میں مہارت تھی اور اس کا پرداخت کرنا ان کے لئے آسان تھا۔ طے ہوا کہ ہر سال دو ہزار حلہ دیا جائے۔ اس کا آدھا حصہ ماہ صفر میں اور آدھا ماہ رجب میں ادا کیا جائے۔امیر المؤمنین، سید و عاقب کو پیغمبر اسلامؐ کے پاس لیکر آئے اور جزیہ کی مقدار کے بارے میں آپ کو بتایا۔انہوں نے پیغمبرؐ کے سامنے بھی جزیہ دینے کا اقرار کیا اور درخواست کی کہ ایک امین شخص کو ان کے ہمراہ نجران بھیج دیا جائے۔

صلحنامہ کا متن[۲]: پیغمبر اکرمؐ نے حکم دیا کہ صلحنامہ کے متن کو تحریری شکل میں محفوظ کیا جائے۔ نجرانیوں کے ساتھ حضرت علیؑ نے جو صلح کا معاہدہ کیا تھا اس کا متن یوں ہے:

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اس نوشتہ کو رسول خداؐ نے اہالی نجرانی کے لئے تحریر کیا ہے۔انہوں نے (رسول خدا) تحریر کیا کہ ہر سال دو ہزار حلہ دیا جائے جس میں ہزار حلہ ماہ رجب میں اور ہزار حلہ ماہ صفر میں ادا کیا جائے گا۔ہر حلہ کی قیمت ایک پیمانہ ہے اور ہر پیمانہ چالیس درہم خالص چاندی کا ہوگا۔اس جزیہ کی ادائیگی کے بعد ان سے زکات نہیں لیا جائے گا۔ وہ لوگ مسلمانوں کی طرف سے جنگ پر نہیں بھیجے جائیں گے۔ یہ لوگ پیغمبر

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۳۲۴؛ مکاتیب الرسول (جلد ۲) ص ۴۹۳؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷؛ قصص الانبیا (جلد ۲) ص ۳۹۷

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ۲۸۱؛ مکاتیب الرسول (جلد ۲)، ص ۴۹۳؛ احقاق الحق (جلد ۱۴) ص ۱۳۱؛ ابن سعد، طبقات ابن سعد (جلد ۱) ص ۲۸۷)؛ مجمع البیان (جلد ۲) ص ۳۰۸؛ تفسیر ابن کثیر (جلد ۱) ص ۳۷۷

اسلامؐ کے نمائندوں کی جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس ہوگی، رہائش کا انتظام کریں گے۔ کوئی بھی نمائندہ ایک ماہ سے زائد وہاں نہیں ٹھرے گا۔ مسلمانوں کا کوئی لشکر نجران میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر یمن کے علاقے میں مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش ہوتی ہے تو اہالی نجران تیس زرہ، تیس نیزہ، تیس گھوڑا اور تیس اونٹ بہ طور عاریت مسلمانوں کو دیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ اس بات کی ضمانت دیں گے کہ جنگ کے بعد یہ ساز و سامان انہیں واپس کر دیا جائے گا اور جو کچھ تلف ہو گیا ہے اس کی قیمت پر داخت کی جائے گی۔ اہالی نجران میں سے کوئی اگر حق طلب کرتا ہے تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ نہ ظالم ہوں اور نہ ہی مظلوم۔ دوسرے کے ظلم کے لئے کسی دوسرے کو مؤاخذہ نہ کیا جائے۔

جو کچھ اس صحیفہ میں ہے اللہ کی نظارت اور محمد رسول اللہ کا امان نامہ ہے اس روز تک جب تک اللہ اپنے امر کو ظاہر نہ کردے یعنی روز قیامت تک اور جب تک جو کچھ ان کے ذمہ ہے اس پر مصلحانہ عمل کرتے رہیں اور ظلم نہ کریں۔

اس نوشتہ کو علی بن ابیطالب نے تحریر کیا۔"

یہ صلحنامہ حضرت علیؑ کے دست مبارک سے تحریر ہوا اور آخری جملہ لکھنے والے کی دستخط کی حیثیت سے اس پر ثبت ہوا اور نجرانیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

نجران کے پادریوں کے نام عہد نامہ[۱]: پیغمبر اکرمؐ کے حکم سے نجران کے سارے پادریوں کے نام دوسرا عہد نامہ لکھا گیا جس میں کلیسا کے ذمہ داران اپنے مناصب پر باقی رکھے گئے تھے۔ دوسرے عہد نامہ کا متن یوں تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے۔ ابوحارثہ پادری اور دوسرے پادری اور کلیسا کے ذمہ داران کے نام۔ کوئی بھی پادری یا راہب کا منصب تبدیل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ یہ بات ہمیشہ کے لئے اللہ اور رسول کی طرف سے ان کے حق میں جاری رہے گی جب تک کہ وہ اصلاح کی فکر میں

۱۔ محمد بن یوسف شامی، ابو عبداللہ، سبیل الہدی والرشاد (جلد ٦) ص ۴۲۰؛ ابن سعد، الطبقات الکبری (جلد ۱) ص ۲٦٦

رہیں اور ظلم کی طرف مائل نہ ہوں۔"

پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں اس خط کو دریافت کرنے کے بعد اسقف اعظم آپ سے اجازت حاصل کرکے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نجران کی طرف روانہ ہوا۔ پیغمبر اکرمؐ نے دوسرے عیسائیوں سے فرمایا: "اگر تم مجھ سے اور عبا کے نیچے موجود افراد سے مباہلہ کرتے تو اللہ تعالی اس بیابان کو تمہارے لئے آگ سے پُر کردیتا اور اس کے شعلوں کو نجران میں تمہارے ساتھیوں تک پہنچادیتا اور انہیں بھی اس آگ میں جھلسادیتا۔"

پیغمبر اکرمؐ کا نمائندہ نجران میں[1]: پیغمبر اکرمؐ نے عمرو بن حزم انصاری نامی ایک جوان کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے اہالی نجران کے ہمراہ کیا تاکہ وہ وہاں پر مقیم رہے اور ان کے امور کو حل و فصل کرے۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اہالی نجران، اہل کتاب کی پہلی جماعت تھی جنہوں نے جزیہ قبول کرکے خود کو اسلامی حکومت کے تحت الحفظ قرار دیا اور اپنی جان کو مسلمانوں کی جنگ سے محفوظ کرلیا۔

عیسائیوں کا نجران واپس جانا[2]: نصارائے نجران، عمرو بن حزم کے ہمراہ نجران کی طرف روانہ ہوئے۔ان لوگوں نے مدینے سے مکہ اور وہاں سے نجران کی طویل مسافت کو طے کیا۔اہالی نجران اس سفر کے نتائج کے بارے میں جاننے کے لئے بے تاب تھے۔یہ قافلہ جب نجران کے قریب پہنچا تو کسی کو شہر کی طرف روانہ کیا تاکہ لوگوں کو اپنے آنے کی اطلاع دے دیں۔

نجران والے اپنے علما کے استقبال کے لئے شہر سے باہر روانہ ہوئے اور ایک رات کے فاصلہ پر قافلہ والوں سے ملاقات کی اور سفر کے حالات کے بارے میں معلومات حاصل کی۔

سید وعاقب کا مسلمان ہونا[3]: نجرانیوں کے واپس آنے کے تھوڑے عرصہ بعد سید وعاقب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔ وہ لوگ مدینہ میں ہی رہ گئے اور نجران واپس نہیں گئے۔ قیس فارسی جو نجرانیوں کے قافلہ کے ہمراہ آیا تھا واپس نہیں گیا، وہ مسلمان ہوگیا اور مدینہ میں ہی رہ گیا۔ابو علقمہ نامی ایک نجرانی بزرگ اور زبیدی نام کا ایک راہب بھی اس سفر کی روئیداد سن کر مدینہ آیا اور مسلمان ہوگیا۔

۱۔ بحار الانوار (جلد ۲۲) ص ۲۴۹؛ فتوح البلدان (جلد ۱) ص ۷۹

۲۔ بحار الانوار (جلد ۲۱) ص ص ۲۸۰، ۳۴۰، ۳۴۱؛ البدایۃ والنہایۃ (جلد ۵) ص ۵۵

۳۔ ایضاً، ص ۳۳۶؛ اعلام الوری، ص ۱۳۵۔۱۳۷؛ احقاق الحق (جلد ۲۲) ص ۳۳